

اللّٰهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ



24

ربيع الثاني 1427هـ مئی 2006ء

# الحديث ماہنامہ

حضور

نصرت اللہ امرأ سمع منا حديثاً فحفظه حتى يبلغه

مدير  
حافظ زبير علي زئي

صحیح بخاری کی چند احادیث اور منکرین حدیث

ضعیف اور غیر ثابت قصے

ترکِ رفعِ یدین اور ”تفسیر“ ابن عباس

حالتِ خطبہ میں دو رکعت نماز

سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے محبت

مکتبہ المدینہ  
حضور، انک: پاکستان



## حدیث وحی ہے

اللہ تعالیٰ نے مختلف ادوار میں مختلف اقوام کی طرف اُن کی زبانوں کے مطابق اور اُن کی شریعتوں کے موافق انبیاء کرام علیہم السلام کو کتابیں دے کر مبعوث فرمایا۔ مالک کائنات نے صرف آسمانی کتابیں نازل کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ہمیشہ آسمانی کتاب کے ساتھ اپنا نمائندہ ضرور بھیجا۔ ایسی ایک بھی آسمانی کتاب نہیں ہے جس کو کسی نبی کے بغیر نازل کیا گیا ہو۔ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کی غرض و غایت قرآنی آیات کی تشریح اور وضاحت ہے۔ اللہ فرماتا ہے:

﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ﴾ اور ہم نے آپ کی طرف یہ ذکر (قرآن) نازل کیا ہے تاکہ آپ، لوگوں کو بیان کر دیں جو کچھ ان کی طرف نازل کیا گیا ہے اس لئے کہ وہ اس میں غورو فکر کریں۔ [النحل: ۴۴] اس آیت میں لٹین کال، غایت کے لئے ہے۔ معلوم ہوا کہ بیان قرآن سے الگ چیز کا نام ہے اور وہ ہے حدیث۔ نبی کریم ﷺ کی وحی روشنی میں انسانوں کی تربیت فرماتے تھے۔ وحی کو دو اقسام ہیں۔

(۱) وحی متلو یعنی وحی جلی (۲) وحی غیر متلو یعنی وحی خفی۔ اول الذکر سے مراد قرآن ہے اور ثانی الذکر کو نبی ﷺ کی احادیث کہا جاتا ہے اور یہ دونوں حجت شرعیہ ہیں۔ مالک ارض و سماء فرماتا ہے: ﴿هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتَابَ مُفَصَّلًا﴾ اسی نے پوری تفصیل کے ساتھ تمہاری طرف کتاب نازل کی ہے۔ (الانعام: ۱۱۴)

آیت مقدسہ میں لفظ ”مفصلاً“، الکتاب سے حال بن رہا ہے اور علمائے عربیت کے قاعدہ کے مطابق حال اور ذوالحال میں مغایرت ہوتی ہے۔ لہذا ”تفصیل“ اور ”الکتاب“ دو الگ الگ چیزیں ہیں اور دوسری چیز کا اصطلاحی نام حدیث ہے۔ ایک اور مقام پر اللہ کا ارشاد ہے: ﴿ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيِّنَاتٍ﴾ پھر اس کا واضح کر دینا ہمارے ذمہ ہے۔ [القیمة: ۱۹]

اس آیت مبارکہ میں عربی گرامر کے لحاظ سے ثم تراخی کے لئے ہے کہ اللہ نے قرآن نازل فرمایا پھر اس کا بیان اتارا۔ یعنی حدیث بھی من جانب اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو وحی کی اتباع کرنے کا حکم دیا تھا، ملاحظہ فرمائیے۔ الانعام: ۵۰، الاعراف: ۲۰۳، یونس: ۱۰۹، الاحزاب: ۲، الاحقاف: ۹۔ محمد عربی ﷺ نے اپنی پوری نبوت کی زندگی میں اس وحی کے موافق جو اعمال کئے ہیں وہ بھی وحی ہے اور وہ تمام اعمال احادیث میں موجود ہیں، یہ بالکل اس مسئلہ میں قطعی دلیل ہے۔ مندرجہ بالا آیات بینات صریح دلالت کرتی ہیں کہ احادیث صحیحہ بھی وحی میں داخل ہیں اور منزل من اللہ ہیں۔

مشہور تابعی حسان بن عطیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”کان جبریل ینزل علی رسول اللہ ﷺ بالسنة كما ينزل عليه بالقرآن ويعلمه إياها كما يعلمه القرآن“۔ رسول اللہ ﷺ پر جبریل اس طرح سنت (حدیث) لے کر اُترتے تھے جس طرح قرآن لے کر اُترتے تھے اور آپ کو اس (سنت) کی اس طرح تعلیم دیتے تھے جس طرح قرآن سکھاتے تھے۔ (السنة لمحمد بن نصر المروزي: ۱۰۲ و سندہ صحیح) حدیث کے وحی غیر متلو ہونے پر علمائے احوال کے لئے

دیکھئے فتح الباری (۴/۵۱۸ تحت ح ۱۸۱۴) الاحکام لابن حزم (۲/۵۰۹) الاحکام للامدی (۳/۱۶۲)

حافظ زبیر علی زئی

فقہ الحدیث

## نیکی اور گناہ

### أضواء المصائب في تحقيق مشكوة المصايح

(۴۵) وعن أبي أمامة أن رجلاً سأل رسول الله صلى الله عليه وسلم بما الإيمان؟

قال: إذا سرتك حسناتك وساءت سيئاتك فأنت مؤمن، قال: يا رسول الله!

فما الإثم؟ قال: إذا حاك في نفسك شيء فدعه، رواه أحمد.

(سیدنا ابوامامہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: ایمان کیا ہے؟ آپ

نے فرمایا: جب تمہیں تمہاری نیکی اچھی لگے اور برائی بری محسوس ہو تو پھر تم (کامل) مؤمن ہو، اس نے کہا: یا

رسول اللہ! گناہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: تمہارے دل میں اگر کوئی چیز کھٹک جائے تو اسے چھوڑ دو۔ اس

(حدیث) کو احمد (بن حنبل رحمہ اللہ) نے (اپنی کتاب المسند ج ۵ ص ۲۵۱ ح ۲۲۵۱۹ میں) روایت کیا ہے۔

تحقیق و تخریج: صحیح ہے۔

اسے ابن حبان (الاحسان ۶: ۱۷۶، الموارد: ۱۰۳) حاکم (المستدرک ۱۳/۲، ۱۳/۲، ۹۹) بیہقی (شعب الایمان:

۲۶۷، ۶۹۹۰، ۶۹۹۱) ابن مندہ (کتاب الایمان: ۱۰۸۸) قاضی محمد بن سلام القضاعی (مسند الشہاب: ۲۰۲)

عبدالرزاق (المصنف: ۲۰۱۰۴ نسخہ جدیدہ: ۲۰۲۷۳) اور طبرانی (المعجم الکبیر: ۵۳۹، ۷، المعجم الاوسط: ۳۱۰۷) نے بیخی بن

ابی کثیر عن زید بن سلام عن ابی سلام (مطور) عن ابی امامہ (رضی اللہ عنہ) کی سند سے روایت کیا ہے۔

بیخی بن ابی کثیر ثقہ ثبت ہونے کے ساتھ ساتھ مدلس بھی تھے۔ (دیکھئے میری کتاب الفتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین:

۲/۶۳) دارقطنی نے فرمایا: ”معروف بالتدلیس“ آپ تدلیس کے ساتھ مشہور ہیں۔ (اعلال الواردة ۱۲/۱۱ سوال: ۲۱۶۳)

زید بن سلام کے بھائی اور مطور ابوسلام کے پوتے معاویہ بن سلام (ثقفہ) نے کہا: بیخی بن ابی کثیر نے مجھ سے میرے

بھائی زید بن سلام کی کتاب لی تھی۔ (تاریخ ابی زرعہ الدمشقی: ۸۰۹ و سندہ صحیح) امام بیخی بن معین نے فرمایا: ”لم یلق

یحیی بن ابی کثیر زید بن سلام، و قدّم معاویة بن سلام علیہم، فلم یسمع یحیی بن ابی کثیر،

أخذ کتابہ عن أخیه ولم یسمعه، فدلّسہ عنہ“ بیخی بن ابی کثیر نے زید بن سلام سے ملاقات نہیں کی۔ معاویہ

بن سلام ان کے پاس آئے۔ بیخی بن ابی کثیر نے (زید بن سلام سے) نہیں سنا، اس کی کتاب اس کے بھائی سے لے لی

اور اُس سے کچھ نہیں سنا پھر اس سے تدلیس کی۔ (تاریخ ابن معین، روایۃ الدوری: ۳۹۸۳)

معلوم ہوا کہ بیخی بن ابی کثیر نے زید بن سلام سے کچھ نہیں سنا بلکہ اس کی کتاب سے روایت کرتے تھے۔ کتاب سے

روایت کرنا قول راجح میں صحیح ہے بشرطیکہ کتاب کی سند میں طعن ثابت نہ ہو۔ یہاں تو واسطہ بین الکتاب لفقہ ہے لہذا یہ روایت زید بن سلام سے ثابت ہے، باقی سند صحیح ہے۔  
اس روایت کے صحیح مسلم (۲۵۵۳) و سنن الترمذی (۲۱۶۵) و قال: ”حسن صحیح غریب“ وغیرہما میں شواہد بھی ہیں۔

## فقہ الحدیث :

- ۱: طیبی شارح مشکوٰۃ کہتے ہیں کہ: اگر آپ نیکی کر کے خوش ہوں کہ اس پر ثواب ملے گا اور گناہ کے بعد پریشان ہو جائیں (کہ اس پر عذاب ملے گا) تو یہ اللہ اور قیامت پر ایمان لانے کی علامت ہے۔ (مرعاۃ المفاتیح ۱۱۶)
- ۲: اس حدیث میں ”فانت مؤمن“ پس تم مومن ہو، سے مراد کامل الایمان ہے۔
- ۳: جن کاموں کی واضح حرمت شریعت میں مذکور نہیں ہے لیکن ان کی حلت و حرمت میں شک رہتا ہے تو ایسے تمام مشکوک امور سے مکمل اجتناب کرنا ایمان کی علامت ہے۔
- ۴: جو امور شریعت مطہرہ سے ثابت ہیں ان پر عمل کرنا باعث ثواب اور ایمان کی علامت ہے، چاہے دل پسند کرے یا نہ کرے۔

۵: جس طرح انسان میٹھی چیزوں کو پسند اور کڑوی چیزوں کو ناپسند کرتا ہے اسی طرح اہل ایمان کی دلی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ وہ نیکیوں سے محبت اور برائیوں سے نفرت کرتے ہیں۔ رہے منافقین، کفار اور گناہ گار لوگ تو یہ نیکیوں سے دوری اور برائیوں سے قربت و محبت اختیار کرتے ہیں۔ اس طرح دل پر سیاہ دھبے لگتے جاتے ہیں حتیٰ کہ ایک دن سارا دل ہی سیاہ ہو کر اپنے رب کا مکمل نافرمان بن جاتا ہے۔ یہی لوگ دنیا و آخرت میں سخت نقصان اٹھانے والوں میں سے ہیں۔

(۴۶) وعن عمرو بن عبسۃ قال: أتیت رسول اللہ ﷺ فقلت یا رسول اللہ! من معک علی هذا الأمر؟ قال: حرو عبد، قلت بما الإسلام؟ قال بطیب الکلام واطعام الطعام، قلت بما الإیمان؟ قال بالصبر والسماحة، قال قلت بأي الإسلام أفضل؟ قال بمن سلم المسلمون من لسانہ ویدہ، قال قلت بأي الإیمان أفضل؟ قال بخلق حسن، قال قلت: أي الصلوٰۃ أفضل؟ قال بطول القنوت، قال قلت بأي الحجرة أفضل؟ قال أن تهجر ما کره ربک، قال قلت: فأی الجهاد أفضل؟ قال بمن عقر جواده وأهريق دمه، قال قلت: أي الساعات أفضل؟ قال بجوف الليل الآخر - رواه أحمد -

(سیدنا) عمرو بن عبسہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (اسلام کے ابتدائی زمانے میں) آیا تو پوچھا: اس دین پر آپ کے ساتھ کون کون ہے؟ آپ نے فرمایا: ایک آزاد مرد (ابوبکر رضی اللہ عنہ) اور ایک غلام (زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ) میں نے پوچھا: اسلام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: اچھا کلام کرنا اور (غریب و امیر کو) کھانا کھلانا۔

میں نے پوچھا: ایمان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: صبر اور فراخ دلی۔ میں نے پوچھا: کون سا اسلام افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔ میں نے پوچھا: کون سا ایمان افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: اچھا اخلاق۔ میں نے پوچھا: کون سی نماز افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: لمبے قنوت (قیام) والی۔ میں نے پوچھا: کون سی ہجرت افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: جسے تیرا رب ناپسند کرے تو اُسے چھوڑ دے۔ میں نے پوچھا: کون سا جہاد افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: جس کا گھوڑا کاٹ دیا جائے اور اس کا اپنا خون بہا دیا جائے (یعنی شہید ہو جائے) میں نے پوچھا: (عبادت کے لئے) کون سا وقت افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: رات کا آخری حصہ۔

اسے احمد (۲/۳۸۵ ج ۱۹۶۵) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق و تخریج: اس کی سند ضعیف ہے۔

اسے امام احمد کے علاوہ ابن ماجہ (۲۷۹۴ مختصر اجداً) اور عبد بن حمید (المختب: ۳۰۰ مطولاً) نے حجاج بن دینار عن محمد بن ذکوان عن شہر بن حوشب عن عمرو بن عبسہ (رضی اللہ عنہ) کی سند سے روایت کیا ہے۔ یہ سند دو وجہ سے ضعیف ہے۔

① محمد بن ذکوان المصری الازدی: ضعیف ہے (دیکھئے تقریب التہذیب: ۵۸۷۱)

② یہ سند منقطع ہے۔ ابو حاتم الرازی نے فرمایا کہ: شہر بن حوشب نے عمرو بن عبسہ سے (کچھ) نہیں سنا۔ (کتاب المراسیل لابن ابی حاتم ص ۸۹) یہی بات ابو زرعة الرازی نے بھی فرمائی ہے۔

تنبیہ (۱): راقم الحروف نے ”تسہیل الحاجۃ فی تحقیق سنن ابن ماجہ“ میں ابن ماجہ والی مختصر روایت ”امی الجہاد افضل؟ قال: من أهریق دمه وعقر جواده“ کو شواہد کی وجہ سے صحیح قرار دیا ہے۔ (تسہیل الحاجۃ قلمی ص ۲۲ ج ۲) کیونکہ سنن ابی داؤد (۱۳۳۹) میں اس متن کا ایک حسن (لذات) شاہد ہے۔

تنبیہ (۲): سیدنا عمرو بن عبسہ (رضی اللہ عنہ) کی سیرت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اسلام کے ابتدائی دور میں آئے تھے اور اسلام قبول کر کے چلے گئے تھے پھر اسلام کے غلبے اور جہاد کی برکات کے بعد مدینہ تشریف لائے۔ محمد بن ذکوان راوی نے اپنے ضعف کی وجہ سے روایت کا متن گڈ کر دیا ہے جس میں بالکل ابتدائی دور میں جہاد اور نماز وغیرہ کا ذکر کر دیا ہے۔

تنبیہ (۳): جس روایت کا ضعیف ہونا ثابت ہو جائے تو پھر اس کے فوائد و فقہ الحدیث لکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

(۴) وعن معاذ بن جبل رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: من لقي الله

لا يشرك به شيئاً ويصلي الخمس ويصوم رمضان، غفر له، قلت: أفلا أبشركم يا رسول الله؟

قال: دعهم يعملوا، رواه أحمد۔

(سیدنا) معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: جو شخص

(اس حالت میں) اللہ سے ملاقات کرے کہ وہ شرک نہ کرتا تھا، پانچ نمازیں پڑھتا اور رمضان کے روزے رکھتا تھا (تو) اسے بخش دیا جائے گا۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا میں لوگوں کو خوش خبری نہ دے دوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں چھوڑو وہ عمل کرتے رہیں، اسے احمد (۲۳۴/۵ ج ۸ ص ۲۲۳) نے روایت کیا ہے۔  
تحقیق و تخریج: صحیح ہے۔

اس روایت کو ترمذی (۲۵۳۰) نے بھی زید بن اسلم عن عطاء بن یسار عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی سند سے بیان کیا ہے۔ یہ سند انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے۔ عطاء بن یسار (تابعی رحمہ اللہ) کی سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں ہے۔ لیکن صحیح بخاری (۷۴۲۳) و مسند احمد (۳۳۵/۲، ۳۳۹) وغیرہ ہمارے اس حدیث کے شواہد ہیں جن کی بنا پر یہ روایت صحیح وغیرہ ہے۔

نیز دیکھئے اَضواء المصباح: ۲۵، ۲۷، ۲۹ والحدیث: ۱۷، ۲، ۵، الحدیث: ۱۸، ص ۲، ۳

(۲۸) وعنه أنه سأل النبي صلى الله عليه وسلم عن أفضل الإيمان؟ قال: أن تحب لله وتبغض لله وتعمل لسانك في ذكر الله، قال: وماذا يا رسول الله! قال: أن تحب للناس ما تحب لنفسك، وتكره لهم ما تكره لنفسك، رواه أحمد -

اور انہیں (سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ایمان کے بارے میں پوچھا؟ آپ نے فرمایا: تو اللہ کے لئے محبت کرے اور اللہ کے لئے بغض کرے اور اپنی زبان کو اللہ کے ذکر میں مصروف رکھے۔ انہوں نے پوچھا: یا رسول اللہ یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: تم لوگوں کے لئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو اور لوگوں کے لئے وہی ناپسند کرو جو اپنے لئے ناپسند کرتے ہو۔ اسے احمد (۲۴۷/۵ ج ۸ ص ۲۲۴) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق و تخریج: اس کی سند ضعیف ہے۔ اس سند کے دورانوی ضعیف ہیں:

① رشد بن سعد ضعیف ہے۔ (دیکھئے تقریب التہذیب: ۱۹۴۲)

② زبان بن فائد صالح اور عابد ہونے کے باوجود حدیث میں ضعیف ہے۔ (دیکھئے تقریب التہذیب: ۱۹۷۵)

تنبیہ: الموسوعۃ الحدیثیہ (ج ۶ ص ۳۶۵) میں اس ضعیف روایت کے کچھ شواہد مذکور ہیں جو اس روایت سے بے نیاز کردیتے ہیں۔ والحمد للہ

## اعلان

حافظ زبیر علی زئی کا تحقیقی مضمون ”امام احمد بن حنبل کا مقام، محدثین کی نظر میں“ اگلے شمارے (۲۵) میں ملاحظہ فرمائیں۔  
ان شاء اللہ العزیز  
فضل اکبر کاشمیری

ترجمہ و فوائد: حافظ ندیم ظہیر

## فضائل اعمال

### فرض نماز کے بعد اذکار کی فضیلت

(۷۷) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فقراء مہاجرین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! مالدار لوگ اعلیٰ درجہ اور ہمیشہ کی نعمتوں میں چلے گئے۔ آپ نے فرمایا: وہ کیسے؟ انہوں نے کہا: وہ ہماری طرح نماز پڑھتے ہیں، ہماری طرح روزے رکھتے ہیں اور وہ صدقات (و خیرات) دیتے ہیں اور ہم صدقات نہیں دے سکتے اور وہ (غلام) آزاد کرتے ہیں اور ہم آزاد نہیں کر سکتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ سکھاؤں کہ جس کے ذریعے تم اپنے سے سبقت لے جانے والوں کو پالو اور اپنے بعد آنے والوں سے آگے بڑھ جاؤ اور تم سے زیادہ افضل کوئی نہ ہو سوائے اس کے جو تمہارے جیسے ہی عمل کرے؟۔ انہوں نے عرض کیا: کیوں نہیں اے اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ہر نماز کے بعد ۳۳، ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، الحمد للہ اور اللہ اکبر پڑھا کرو۔

(راوی حدیث) ابوصالح نے کہا: فقراء مہاجرین (دوبارہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا: ہمارے مالدار بھائیوں نے (بھی یہ) سن کر ہماری طرح کے اعمال (شروع کر دیئے) ہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ﴾ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے عطا کرے [المائدہ: ۵۴]

(صحیح بخاری: ۸۴۳، صحیح مسلم: ۵۹۵)

فوائد: ایک دوسری روایت میں ”اللہ اکبر“ چونتیس مرتبہ کہنے کا بھی ذکر آیا ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرض نماز کے بعد پڑھے جانے والے کچھ کلمات ایسے ہیں کہ ان کو پڑھنے یا کرنے والا کبھی نامراد نہیں ہوتا ۳۳ مرتبہ ((سُبْحَانَ اللَّهِ)) ۳۳ مرتبہ ((الْحَمْدُ لِلَّهِ)) ۳۳ مرتبہ ((اللَّهُ أَكْبَرُ)) کہنا۔ (صحیح مسلم: ۵۹۶)

فرض نماز کے بعد اذکار کی فضیلت میں کافی احادیث ہیں۔ جن میں سے چند ایک تو اس حدیث کے متصل بعد ہی درج ہیں اور کچھ بطور فوائد ہم ذکر کئے دیتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ہر نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھے تو اس کو جنت میں داخل ہونے سے موت کے سوا کوئی چیز نہیں روک سکتی۔

(عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ۱۰۰) اوسندہ حسن، الترغیب والترہیب للمذہبی ۲/۴۴۸، ۳/۲۲، طبع دار ابن کثیر، بیروت)

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا پھر فرمایا: ”اے معاذ! اللہ کی قسم، میں تجھ سے محبت کرتا ہوں“۔ معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم میں

بھی آپ سے محبت رکھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے معاذ! میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ ہر نماز کے بعد ”اللہمَّ اَعِنِّي عَلَى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحَسْنِ عِبَادَتِكَ“ پڑھنا کبھی نہ چھوڑنا۔  
(عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ۱۰۹ اور اللفظ لہ، ابوداؤد: ۱۵۲۲ اور اسنادہ صحیح)

بعض روایات میں ”اللہم“ کے بجائے ”رَبِّ“ کے الفاظ ہیں۔ واللہ اعلم  
سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ، رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں ہر نماز کے بعد معوذتین (قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس) پڑھا کروں۔ (سنن ابی داؤد: ۱۵۲۳ اور اسنادہ حسن)  
مذکورہ بالا احادیث سے نماز کے بعد اذکار کی اہمیت و فضیلت واضح ہو رہی ہے لہذا ہمیں نماز کے بعد تمام ”مسنون اذکار“ یاد کر کے ان پر عمل پیرا ہونا چاہیے جو کہ آہستہ آہستہ عام مسلمان بھلا رہے ہیں۔ جو نبی امام سلام پھیرتا ہے اذکار کو نظر انداز کر کے اپنی اپنی مصروفیات میں مگن ہو جاتے ہیں یا گھر کی راہ لیتے ہیں اور بعض الناس تو ایسے ہیں کہ انہیں صحیح احادیث سے ثابت شدہ ”مسنون اذکار“ تو یاد ہی نہیں ہوتے اور نہ اس کی طرف توجہ دیتے ہیں لیکن من گھڑت ذکر کی ضربیں خوب لگائی گئی ہیں (اعاذنا اللہ منہم) یاد رہے عمل صرف وہی اللہ کے ہاں مقبول ہوتا ہے جو قرآن و سنت سے ثابت ہو۔  
(۷۸) سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں حکم دیا گیا کہ ہر نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ ((سبحان اللہ)) ۳۳ مرتبہ ((الحمد للہ)) اور ۳۴ مرتبہ ((اللہ اکبر)) کہیں، پس (انصار میں سے) ایک آدمی نے خواب (میں ایک شخص کو) دیکھا تو اس (شخص) نے کہا: تمہیں ۳۳ مرتبہ ((سبحان اللہ)) ۳۳ مرتبہ ((الحمد للہ)) اور ۳۴ مرتبہ ((اللہ اکبر)) (کہنے کا) حکم دیا گیا ہے۔ پس اگر اس میں تسلیل (لا الہ الا اللہ) کو شامل کر لو تو ان (کلمات) کو پچیس (پچیس) مرتبہ کہو، میں نے اس (سارے قصے) کا ذکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو تم نے دیکھا ہے اسی طرح کرو۔ یا (فرمایا) اسی طرح (کرو)۔

[مسند احمد ۱۸۲/۵، سنن النسائی ۶/۳ ح ۱۳۵۱، عمل الیوم واللیلۃ لہ: ۱۵۷، سنن الترمذی: ۳۴۱۳ وقال: ”حسن صحیح“ صحیح ابن خزیمرہ: ۴۵۲، صحیح ابن حبان، الاحسان: ۲۰۱۴، ہموار والظلمات: ۲۳۴۰]

فوائد: حدیث جبریل (مسلم: ۸) اذان کے سلسلے میں حدیث عبداللہ بن زید بن عبد ربہ (سنن ابی داؤد: ۴۹۹ اور اسنادہ حسن) اور مذکورہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم کی غرض سے فرشتے انسانی شکل میں آیا کرتے تھے اور بعد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم (بذریعہ وحی) اس کی تصدیق فرمادیتے تھے۔ جیسا کہ اس حدیث میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب سن کرتا سید فرمائی۔  
تو پتا چلا کہ ۳۳ بار ((سبحان اللہ)) ۳۳ بار ((الحمد للہ)) اور ۳۴ بار ((اللہ اکبر)) کے ساتھ ۲۵ مرتبہ ((سبحان اللہ)) ۲۵ مرتبہ ((الحمد للہ)) اور ۲۵ مرتبہ ((لا الہ الا اللہ)) کہنا بھی جائز ہے، دونوں میں سے کسی بھی طریقہ پر عمل کیا جا سکتا ہے۔ لیکن واضح رہے کہ شریعت میں غیر نبی کے خواب قطعاً حجت نہیں ہیں، الا یہ کہ دور نبوی



میں جن خوابوں کی نبی اکرم ﷺ نے خود تصدیق فرمائی ہو، علاوہ ازیں کسی خواب سے کوئی شرعی مسئلہ اخذ نہیں کیا جاسکتا۔ جبکہ بعض الناس کے مسالک و مذاہب کی بنیاد ہی خوابوں پر ہے جو صحیحاً باطل ہے۔

(۷۹) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے ہر نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ ((سبحان اللہ)) ۳۳ مرتبہ ((الحمد للہ)) اور ۳۳ مرتبہ ((اللہ اکبر)) کہا تو یہ (کلمات تعداد میں) ۹۹ ہو گئے اور سو کا عدد ((لا الہ الا اللہ وحده لا شریک له، له الملك وله الحمد وهو على كل شي قدير)) کہہ کر پورا کر لیا تو اس کے سارے (صغیرہ) گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اگرچہ وہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔ (صحیح مسلم: ۵۹۷)

فوائد: اس حدیث میں تسبیح، تحمید اور تکبیر کے ساتھ لا الہ الا اللہ وحده لا شریک له، لہ کا اضافہ ہے اور اس کی خصوصی فضیلت بھی بیان فرمائی گئی ہے کہ اسے پڑھنے والے کے سارے (صغیرہ) گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ دوسرا ان تمام روایات سے معلوم ہوا کہ: ۳۳ بار ((سبحان اللہ)) ۳۳ بار ((الحمد للہ)) ۳۳ بار ((اللہ اکبر)) ہو یا ۲۵ بار ((سبحان اللہ)) ۲۵ بار ((الحمد للہ)) ۲۵ بار ((اللہ اکبر)) ۲۵ بار ((لا الہ الا اللہ)) ہو یا ۳۳ بار ((سبحان اللہ)) ۳۳ بار ((الحمد للہ)) ۳۳ بار ((اللہ اکبر)) ایک بار ((لا الہ الا اللہ وحده لا

شریک له الخ)) ہو، زیادہ سے زیادہ ذکر کا عدد دسویں ہے لہذا اس سے تجاوز بہتر نہیں ہے۔ میثب بن نجبہ نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہا: ”میں نے مسجد میں ایسے لوگ دیکھے ہیں جو کہتے ہیں، تین سو ساٹھ مرتبہ ”سبحان اللہ“ کہو تو (عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے) کہا: ”اے علقمہ! اٹھو اور مجھے ان سے ملاؤ، وہ آئے اور ان (لوگوں) کے پاس کھڑے ہو گئے اور دیکھا کہ وہی کام کر رہے تھے (عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) فرمانے لگے کہ ”تم نے گمراہی کی دُ میں پکڑ رکھی ہیں یا اپنے آپ کو محمد ﷺ کے صحابہ کرام سے زیادہ ہدایت پر سمجھتے ہو۔“ [البدع والنہی عنہا لابن وضاح: ۲۷۷ و سنہ حسن] پتا چلا کہ اذکار میں جس تعداد کا ذکر سنت صحیحہ سے ثابت ہو اسی کے مطابق اذکار کئے جائیں۔

(۸۰) سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو (ایسی) خصالتیں ہیں کہ جو مسلمان (بھی) ان پر مواظبت اختیار کرے گا جنت میں جائے گا۔ اور وہ دونوں آسان ہیں اور جوان پر عمل کرنے والے ہیں وہ تھوڑے ہیں۔ ہر نماز کے بعد دس مرتبہ ((سبحان اللہ)) دس مرتبہ ((الحمد للہ)) اور دس مرتبہ ((اللہ اکبر)) کہے۔ (عبداللہ رضی اللہ عنہ نے) کہا: پس میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھ (کی انگلیوں) پر گنتے، آپ نے فرمایا: زبان سے (ان کی) ادائیگی ڈیڑھ سو (۱۵۰) ہے (لیکن) میزان میں ڈیڑھ ہزار (۱۵۰۰) ہیں۔ (دوسری خصلت یہ ہے کہ) جب سونے لگے تو سبحان اللہ (۳۳ بار) الحمد للہ (۳۳ بار) اللہ اکبر (۳۳ بار) کہے، یہ زبان سے ادائیگی میں ایک سو (۱۰۰) ہے (لیکن) ترازو میں ایک ہزار (شمار) ہوگی۔ تم میں سے کون ہے جو ایک دن میں ڈھائی ہزار برائیاں کرتا ہے؟

(صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے) کہا: (پھر) کیوں نہ اس پر ہتھیگی کی جائے۔ آپ نے فرمایا: حالت نماز میں تم میں سے کسی کے پاس شیطان آتا ہے (اور نمازی کو کھولنے کی غرض سے) کہتا ہے: فلاں، فلاں چیز یاد کر یہاں تک کہ وہ نماز مکمل کر لیتا ہے تو ہو سکتا ہے وہ ایسا نہ کرے۔ (یعنی عمل نہ کر سکے) اور (پھر شیطان اس کے پاس اس وقت) آتا ہے جب وہ اپنے بستر پر جاتا ہے پس وہ اسے تھپکتا ہے یہاں تک کہ سو جاتا ہے (الترمذی: ۳۴۱۰، ابوداؤد: ۵۰۶۵، اسنادہ حسن، النسائی: ۱۳۴۹)

فوائد: اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے کس قدر محبت کرتا ہے کہ قلیل عمل پر اجر کثیر سے نوازتا ہے۔ لیکن افسوس! کہ بندہ ایسا تھوڑا عمل بھی کرنے سے قاصر نظر آتا ہے۔ دوسرا یہ کہ موتیوں یا مالاً وغیرہ پر اعداد ذکر کے بجائے ہاتھوں کی انگلیوں پر ہی لگنا چاہئے یہی صحیح اور سنت طریقہ ہے۔

(۸۱) سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے فجر کی نماز کے بعد اپنے پاؤں موڑے ہوئے (تشہد کی سی صورت میں) بنی کسی سے بات چیت کئے بغیر ((لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ)) پڑھا تو اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور دس برائیاں مٹائی جائیں گی اور دس درجات بلند کئے جائیں گے اور اس دن وہ ہر برائی سے محفوظ رہے گا۔ اور شیطان سے بچایا جائے گا اور اس دن اس کی شرک کے سوا کسی گناہ پر پکڑ نہ ہوگی۔ (ترمذی: ۳۴۷۴، اسنادہ صحیح، عمل الیوم واللیلۃ: ۱۲۷)

فوائد: اس حدیث سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ بندہ اعمال کے کتنے ہی انبار کیوں نہ لگا دے، اگر اس کے اعمال میں شرک کی آمیزش ہوئی تو اس کے سارے اعمال ضائع و برباد ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ پیغمبروں کی ایک جماعت سے مخاطب ہو کر اعلان فرماتا ہے ﴿وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ اگر انہوں نے بھی شرک کیا ہوتا تو ان سب کے اعمال اکارت ہو جاتے۔ (الانعام: ۸۸)

شرک اکبر الکبائر میں سے ہے اور شرک کا ارتکاب ظلم عظیم ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾ بے شک شرک ظلم عظیم ہے۔ (لقمان: ۱۳)

مشرک اگر توبہ کے بغیر مر جائے تو اس پر ہمیشہ کے لئے بخشش کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ﴾ بے شک اللہ اپنے ساتھ شرک کو معاف نہیں کرتا اور اس کے سوا جسے وہ چاہے بخش دیتا ہے۔ (النساء: ۱۱۶)

بلکہ مشرک پر ہمیشہ کے لئے جنت کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَا وَاهُ النَّارُ﴾ بے شک جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا تو اللہ نے اس پر جنت کو حرام قرار دیا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔ (المائدہ: ۷۲)

حافظ زبیر علی زئی

# صحیح بخاری کی چند احادیث

(اور منکرین حدیث)

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسوله الأمين ، أما بعد :

قارئین کرام !..... ایک منکر حدیث نے صحیح بخاری کی چند احادیث پر حملے کئے ہیں۔ اسی طرح کے حملے دیگر منکرین حدیث بھی کرتے رہتے ہیں لہذا عام مسلمانوں کی نصیحت اور خیر خواہی کے لئے ان اعتراضات کے مدلل جوابات پیش خدمت ہیں :

منکر حدیث: ” ستمبر ۱۹۸۷ء میں لکھا گیا  
(منکر حدیث کا نام اور ادریس).....  
صحیح بخاری کو ”صحیح الکتاب بعد کتاب اللہ“ وہی ماننے والے غور کریں۔

(۱) پتھر موسیٰ علیہ السلام کے کپڑے لے کر بھاگ گیا (جلد دوم۔ صفحہ ۲۹۲۔ روایت نمبر ۶۲۸)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا موسیٰ علیہ السلام بڑے باحیا اور ستر پوش آدمی تھے ان کے حیا کی وجہ سے ان کے جسم کا ذرا سا حصہ بھی ظاہر نہ ہوتا تھا بنی اسرائیل نے ان کو اذیت دی اور کہا یہ جو اپنے جسم کی اتنی پردہ پوشی کرتے ہیں تو صرف اس لئے کہ ان کا جسم عیب دار ہے یا تو انہیں برس ہے یا فتن ہے یا کوئی اور بیماری ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو ان تمام بہتیاؤں سے پاک کرنا چاہا بسوا یک دن موسیٰ نے تنہائی میں جا کر کپڑے اتار کر پتھر پر رکھ دیئے پھر غسل کیا جب غسل سے فارغ ہوئے تو اپنے کپڑے پہننے چلے مگر وہ پتھر ان کے کپڑے لے کر بھاگ پڑا موسیٰ اپنا عصا لے کر پتھر کے پیچھے چلے اور کہنے لگے اے پتھر میرے کپڑے دے اے پتھر میرے کپڑے دے۔

حتیٰ کہ پتھر بنی اسرائیل کی ایک جماعت کے پاس پہنچ گیا انہوں نے برہنہ حالت میں موسیٰ کو دیکھا تو اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سب سے اچھا اور ان تمام عیوب سے جو وہ آپ کی طرف منسوب کرتے تھے انہوں نے بری پایا۔ وہ پتھر ٹھہر گیا اور موسیٰ نے اپنے کپڑے لے کر پہن لئے پھر موسیٰ نے اپنا عصا لے کر پتھر کو مارنا شروع کیا پس بخدا موسیٰ کے مارنے کی وجہ سے اس پتھر پر تین یا چار نشانات ہو گئے اس آیت کریمہ کا یہی مطلب ہے کہ اے ایمان والو! ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے موسیٰ کو تکلیف پہنچائی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اس بات سے (جو وہ موسیٰ کے بارے کہتے تھے) بری کر دیا وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک باعزت تھے۔ (روایت ختم)

تبرہ: ① آیت ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا مُوسَىٰ فَبَرَأَ اللَّهُ...﴾ (احزاب: ۶۹)

کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی سکھائی جبکہ قرآن میں اور تورات میں بنی اسرائیل کی بیسیوں ایذاؤں کا ذکر تھا ایسی حیا سوز ایذا کا ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی وہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب

② اگر یہ حدیث وہی ہے اور آپ کو بذریعہ وحی اس وقوعے کی اطلاع دی گئی تو تین یا چار نشانات کہنے کا کیا مطلب۔ کیا اللہ تعالیٰ کو بھی نعوذ باللہ ظلم نہیں تھا کہ نشان تین ہیں یا چار۔“

## (۱) الجواب:

یہ روایت صحیح بخاری میں تین مقامات پر ہے (ح ۲۷۸، ۳۴۰، ۴۷۹۹)

امام بخاری رحمہ اللہ کے علاوہ درج ذیل محدثین نے بھی اسے روایت کیا ہے:

مسلم النیسابوری (صحیح مسلم ح ۳۳۹، ترقیم دار السلام: ۷۰ و بعد ح ۲۳۷۱ ترقیم دار السلام: ۶۱۳۶، ۶۱۳۷) ترمذی (السنن ۳۲۲۱، وقال: ”هذا حديث حسن صحيح“، إلخ) النسائی فی التفسیر (۴۴۴، ۴۴۵) الطحاوی فی مشکل الآثار (۱۱/۱) والطبری فی تفسیرہ (تفسیر ابن جریر ۲۲/۳۷)

یہ روایت درج ذیل کتابوں میں بھی موجود ہے:

مسند ابی عوانہ (۲۸۱/۱) صحیح ابن حبان (الاحسان ح ۹۴۱۴، ۶۱۷۸، دوسرا نسخہ: ۶۲۱۱) الاوسط لابن المنذر (۱۲۰/۲ ح ۶۳۹) السنن الکبریٰ للبیہقی (۱۹۸/۱) معالم التنزیل للبخاری (۵۴۵/۳)

یہ روایت امام بخاری رحمہ اللہ سے پہلے درج ذیل محدثین نے بھی بیان کی ہے:

احمد بن حنبل (المسند ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۵۳۵) عبدالرزاق (المصنف: ۲۰۵۳۱) ہمام بن منبہ (الصحیفة: ۶۱) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت درج ذیل جلیل القدر تابعین کی سند سے مروی ہے:

① ہمام بن منبہ [الصحیفة: ۶۱، صحیح البخاری: ۲۷۸، صحیح مسلم: ۳۳۹]

② محمد بن سیرین [صحیح البخاری: ۳۴۰، ۴۷۹۹]

③ خلاص بن عمرو [صحیح البخاری: ۳۴۰، ۴۷۹۹]

④ الحسن البصری [صحیح البخاری: ۳۴۰، ۴۷۹۹]

⑤ عبداللہ بن شقیق [صحیح مسلم: ۳۳۹، بعد ح ۲۳۷۱ ترقیم دار السلام: ۶۱۳۷]

اس روایت کی دوسری سندیں، آثار صحابہ اور آثار تابعین بھی مروی ہیں۔ دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ (۵۳۳/۱۱)،

(۵۳۵) و تفسیر الطبری (۳۶۲، ۳۷۱) و کشف الاستار (مسند الزہر: ۲۲۵۲)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ صحیح بخاری کی یہ روایت بالکل صحیح ہے۔ اس حدیث کی تشریح میں حافظ ابن حزم اندلسی

رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

”أنه ليس في الحديث أنهم رأوا من موسى الذكر - الذي هو عورة - وإن رأوا منه هيئة تبينوا بها

أنه مبرأ مما قالوا من الادرة ووهذا يتبين لكل ناظر بلا شك ، بغير أن يرى شيئاً من الذكر لكن

بأن يرى ما بين الفخذين حالياً“

حدیث میں یہ نہیں ہے کہ انہوں (بنی اسرائیل) نے موسیٰ (علیہ السلام) کا ذکر یعنی شرمگاہ دیکھی تھی۔ انہوں نے

ایسی حالت دیکھی جس سے واضح ہو گیا کہ وہ (موسیٰ علیہ السلام) ان لوگوں کے الزامات کہ وہ آدر ہیں (یعنی ان کے

حصیے بہت موٹے ہیں) سے بری ہیں۔ ہر دیکھنے والے کو (ایسی حالت میں) بغیر کسی شک کے ڈر کر (شرمگاہ) دیکھے بغیر ہی یہ معلوم ہو جاتا ہے جب وہ دیکھتا ہے کہ رانوں کے درمیان جگہ خالی ہے (احلیٰ ۲۱۳/۳ مسئلہ: ۳۴۹)

اس تشریح سے معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر جو جسمانی نقص والے الزامات لگاتے تھے، ان تمام الزامات سے آپ بری تھے۔ دوسرے یہ کہ اس روایت میں یہ بھی نہیں ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام بالکل ننگے نہارے تھے۔ امام ابن حزم کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے ننگوٹی وغیرہ سے اپنی شرمگاہ کو چھپا رکھا تھا اور باقی جسم ننگا تھا۔ بنی اسرائیل نے آپ کی شرمگاہ کو دیکھا ہی نہیں لہذا منکرین حدیث کا اس حدیث کا مذاق اڑانا مردود ہے۔ بعض الناس نے کہا کہ ”تو تین یا چار نشان کہنے کا کیا مطلب؟“

عرض ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَأَرْسَلْنَاهُ إِلَىٰ مِائَةِ أَلْفٍ أَوْ يَزِيدُونَ﴾ اور بھیجا اس کو لاکھ آدمیوں پر یا زیادہ (الصُّفَّت: ۱۴۷ ترجمہ شاہ عبدالقادر ص ۵۴۳)

اس آیت کریمہ کا ترجمہ شاہ ولی اللہ دہلوی کی تحریر سے پڑھ لیں:

”و فرستادیم او را بسوئے صد ہزار یا بیشتر از ان باشند“ (ص ۵۴۳)

منکرین حدیث اس آیت کریمہ میں لفظ ”او“ کی جو تشریح کریں گے وہی تشریح سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے قول ”سنتہ اوسیعة“ میں ”او“ کی ہے۔ واللہ

منکر حدیث: ”(۲) موسیٰ کا ملک الموت کی پٹائی کر دینا (جلد دوم صفحہ ۲۹۲ روایت نمبر ۶۳۱)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ: ملک الموت کو موسیٰ کے پاس بھیجا گیا جب وہ موسیٰ کے پاس آئے تو موسیٰ نے ان کو ماما تو وہ اللہ تعالیٰ کے پاس چلے گئے اور کہنے لگے تو مجھے بسے بندے کے پاس بھیجا ہے جو موت نہیں جانتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم واپس جا کر اس سے کہو کہ تم کسی نبی کی پیٹھ پر اپنا ہاتھ رکھو پس جتنے بال ان کے ہاتھ کے نیچے آ جائیں گے ہر بال کے بدلے ایک سال کی عمر ملے گی۔ موسیٰ نے کہا: اے اللہ پھر کیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پھر موت آئے گی تو موسیٰ نے کہا: ابھی آجائے۔ ابو ہریرہ نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام نے درخواست کی کہ انہیں ارض مقدس سے ایک پتھر پھینکنے کے فاصلے تک قریب کر دے۔ ابو ہریرہ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میں وہاں ہوتا تو تمہیں ان کی قبر راستہ کے کنارے سے نیلہ کے نیچے دیکھا دیتا۔ روایت ختم۔

تجربہ: موسیٰ کا اللہ تعالیٰ کے حکم بردار فرشتہ کے ساتھ یہ سلوک اور اس آمد و رفت اور گفتگو میں موسیٰ کی موت میں کتنی ساعتیں تاخیر ہوئی جب کہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ: ﴿وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللَّهُ نَفْسًا إِذَا جَاءَ أَجَلُهَا﴾

اللہ تعالیٰ ہرگز تاخیر نہیں کرتا جب کسی کی اجل آجائے۔ (السنن: ۱۱)

(۲) الجواب:

یہ روایت صحیح بخاری میں دو مقامات پر ہے (۱۳۳۹، ۳۴۰۷)

امام بخاری رحمہ اللہ کے علاوہ درج ذیل محدثین نے بھی اسے روایت کیا ہے۔

مسلم النیسابوری (صحیح مسلم: ۲۳۷۲ وترتیم دارالسلام: ۶۱۴۸، ۶۱۴۹) النسائی (سنن النسائی ۴/۱۱۸، ۱۱۹ ح ۲۰۹۱) ابن حبان (صحیح ابن حبان، الاحسان ۸/۳۸ ح ۶۲۲۳، پرانانس: ح ۶۱۹۰) ابن ابی عاصم (السنۃ: ۵۹۹) البیهقی فی الاسماء والصفات (ص ۳۹۲) البغوی فی شرح السنۃ (۲۶۶/۵، ۲۶۶ ح ۱۴۵۱) وقال: هذا حدیث متفق علی صحیحہ الطبری فی التاریخ (۴۳۴/۱) دوسرا نسخہ ۱/۵۰۵) الحاکم فی المستدرک (۲/۵۷۸ ح ۴۱۰۷) وقال: ”هذا حدیث صحیح علی شرط مسلم ولم یخرجاہ“ وایوب عوانہ فی مسندہ (اتحاف المھر ۱۵/۱۰۴) امام بخاری رحمہ اللہ سے پہلے درج ذیل محدثین نے اسے روایت کیا ہے:

احمد بن حنبل (المسند ۲/۲۶۹، ۳۱۵، ۵۳۳) عبدالرزاق فی المصنف (۱۱/۴۷، ۳۷۵ ح ۲۰۵۳۰، ۲۰۵۳۱) ہمام بن منیہ (الصحیفۃ: ۶۰)

اس حدیث کو سیدنا الامام ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے درج ذیل تابعین نے بیان کیا ہے:

① ہمام بن منیہ (بخاری: ۳۴۰۷ مختصراً، مسلم: ۲۳۷۲ وترتیم دارالسلام: ۶۱۴۹)

② طاؤس (بخاری: ۱۳۳۹، ۳۴۰۷، مسلم: ۲۳۷۲ وترتیم دارالسلام: ۶۱۴۸)

③ عمار بن ابی عمار (احمد ۲/۵۳۳ ح ۱۰۹۱۷ وسندہ صحیح وصححہ الحاکم علی شرط مسلم ۸/۵۷۸)

اس روایت کی دوسری سند کے لئے دیکھئے مسند احمد (۲/۳۵۱)

معلوم ہوا کہ یہ روایت بالکل صحیح ہے، اسے بخاری، مسلم، ابن حبان، حاکم اور بغوی نے صحیح قرار دیا ہے۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے پاس ملک الموت ایسی انسانی شکل میں آئے تھے جسے موسیٰ علیہ السلام نہیں پہچانتے تھے۔ حافظ ابن حبان فرماتے ہیں کہ:

”وكان موسىٰ غيوراً، فأرى في داره رجلاً لم يعرفه، فشال يده فلطمه، فأنت لطمته على فقيء عينه التي في الصورة التي يتصور بها، لا الصورة التي خلقه الله عليها“ اور موسیٰ (علیہ السلام) غیور تھے۔ پس انہوں نے اپنے گھر میں ایسا آدمی دیکھا جسے وہ پہچان نہ سکے تو ہاتھ بڑھا کر مکا مار دیا۔ یہ مکا اس (فرشتے) کی (انسانی صورت والی) اس آنکھ پر لگا جو اس نے اختیار کی تھی۔ جس (اصلی) صورت پر اللہ نے اسے پیدا کیا، اس پر یہ مکا نہیں لگا لائح (الاحسان، نسخہ محققہ ۱۴/۱۱۵)

امام بغوی رحمہ اللہ نے اس حدیث پر تفصیلی بحث کی ہے جس سے حافظ ابن حبان کی تائید ہوتی ہے۔ (دیکھئے شرح السنۃ ۲۶۶/۵ اور فرمایا کہ:

”یہ مفہوم ابوسلیمان الخطابی نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے تاکہ ان بدعتی اور طرد لوگوں پر رد ہو جو اس حدیث اور اس جیسی دوسری احادیث پر طعن کرتے ہیں، اللہ ان (گمراہوں) کو ہلاک کرے اور مسلمانوں کو ان کے شر سے بچائے۔“ (شرح السنۃ ۲۶۸/۵)

مختصر یہ کہ موسیٰ علیہ السلام کو یہ پتا نہیں تھا کہ یہ فرشتہ ہے اور ان کی روح قبض کرنے کے لئے آیا ہے لہذا انہوں نے اسے

غیر آدمی سمجھ کر مارا۔ جب انہیں معلوم ہو گیا کہ یہ فرشتہ ہے اور روح قبض کرنا چاہتا ہے تو لہیک کہا اور سر تسلیم خم کیا۔ پس یہ حدیث ”اللہ تعالیٰ ہرگز تاخیر نہیں کرتا جب کسی کی اجل آجائے“ (المفتقون: ۱۱) کے خلاف نہیں ہے۔ واللہ

منکر حدیث: ”(۳) سلیمانؑ کا دعویٰ غیب اور انشاء اللہ سے لا پرواہی

ابو ہریرہؓ (جلد دوم صفحہ ۳۰۲ روایت نمبر ۶۴)

ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک دن سلیمان نے قسم کھائی کہ میں آج رات ستر عورتوں کے پاس جاؤں گا ہر عورت کو ایک شہوار اور اور مجاہد فی سبیل اللہ کا حمل ٹھہر جائے گا۔ ان کے ایک صحابی نے کہا انشاء اللہ کہنے مگر سلیمان نے نہ کہا سو کوئی عورت حاملہ نہ ہوئی سوائے ایک کے مگر اس کے بھی بچہ ایسا پیدا ہوا جس کی ایک جانب گری ہوئی تھی۔ اگر وہ انشاء اللہ کہہ دیتے تو سب بچے پیدا ہو کر فی سبیل اللہ جہاد کرتے شیعہ، ابواثرانہ نے ۹۰ عورتوں کی روایت کی ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے۔

تبصرہ: سلیمان علیہ السلام کا اپنے صحابی کے سامنے ۷۰ یا ۹۰ عورتوں کے پاس جانے کا کہنا جب کہ آج کا ایک عام مسلمان اپنی خواہش کی تکمیل کا ارادہ کسی پر ظاہر نہیں کرتا چہ جائیکہ ایک الولعزم رسول سے یہ بات باعث تعجب ہے۔

صحابی کے توجہ دلانے پر بھی انشاء اللہ نہ کہنا اور علم غیب کا ایسا دعویٰ کہ ۷۰ ہی مجاہد فی سبیل اللہ ہوں گے اور اس ساری داستان کی تصدیق اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی محمد ﷺ اور آپ کی امت کو کرادی۔“

### (۳) الجواب:

یہ روایت صحیح بخاری میں چھ مقامات پر ہے (۲۸۱۹، ۳۴۲۲، ۳۴۲۲، ۵۲۴۲، ۶۲۳۹، ۶۷۲۰، ۷۴۶۹) (۷)

صحیح بخاری کے علاوہ یہ روایت مختلف سندوں کے ساتھ درج ذیل کتابوں میں بھی موجود ہے:

صحیح مسلم (۱۶۵۴) صحیح ابن حبان (۴۳۲۲، ۴۳۲۳، دوسرا نسخہ: ۴۳۳۷، ۴۳۳۸) سنن النسائی (۲۵/۷۲ ح ۳۸۶۲)

السنن الکبریٰ للبیہقی (۴۴۱۰) مشکل الآثار للطحطاوی (۲/۷۳ ح ۱۹۲۵) شرح السنین للبیہقی (۱/۷۳ ح ۷۹) وقال:

هذا حدیث متفق علی صحته (حلیۃ الاولیاء لابن نعیم الاصبہانی (۲۸۰۲۷۹) وقال: ”وهو صحیح ثابت متفق علی صحته“)

امام بخاری رحمہ اللہ سے پہلے درج ذیل محدثین نے اسے روایت کیا ہے:

احمد بن حنبل (المسند ۲/۲۹۶، ۲۵، ۲۶، ۵۰۶) حمیدی (المسند: ۴، ۱۱، ۵، ۱۱) عبدالرزاق فی التفسیر (۱/۳۳۷)

ح ۱۶۶۸، ۱۶۶۹)

اس حدیث کو درج ذیل تابعین کرام نے سیدنا ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے:

① عبدالرحمن بن ہرمز الاعرج (صحیح البخاری: ۲۸۱۹، ۳۴۲۲، ۶۲۳۹، صحیح مسلم: ۱۶۵۴) وترقیم دارالسلام: (۲۲۸۹)

② طاؤس (صحیح بخاری: ۲۸۲۲، ۵۲۴۰، ۶۷۲۰، صحیح مسلم: ۱۶۵۴) ودارالسلام: (۲۲۸۶)

معلوم ہوا کہ یہ روایت بھی سابقہ روایات کی طرح بالکل صحیح ہے اور اسے بھی امام بخاری سے پہلے، ان کے زمانے میں اور بعد والے محدثین نے بھی روایت کیا ہے۔

جو لوگ صحیح بخاری کی احادیث پر طعن کرتے ہیں وہ درحقیقت تمام محدثین پر طعن کرتے ہیں کیونکہ یہی احادیث دوسرے محدثین کے نزدیک بھی صحیح ہوتی ہیں۔

تنبیہ ①: سیدنا سلیمان علیہ السلام نے دعویٰ غیب نہیں کیا تھا بلکہ یہ ان کا اجتہاد و اندازہ تھا۔

تنبیہ ②: ان روایات میں سلیمان علیہ السلام کی بیویوں کی تعداد ستر، نوے اور سو نوادہ ہے۔ اس میں تطبیق یہ ہے کہ ستر آزاد بیویاں تھیں اور باقی لونڈیاں تھیں، دیکھئے فتح الباری لابن حجر (۶/۲۶۰ تحت ح ۳۴۲۳)

تنبیہ ③: سابقہ شریعتوں میں چار سے زیادہ بیویاں رکھنے کی اجازت تھی جب کہ شریعت محمدیہ میں امت محمدیہ کے ہر شخص کو بیک وقت زیادہ سے زیادہ صرف چار بیویاں رکھنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ ④: سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: ”میں آج رات ستر عورتوں کے پاس جاؤں گا“، اِرخ

کسی حدیث میں یہ بالکل نہیں آیا کہ سلیمان علیہ السلام نے نمبر پر لوگوں کے سامنے یہ اعلان کیا تھا بلکہ حدیث میں صحابی کا ذکر ہے جس سے مراد فرشتہ ہے۔ دیکھئے صحیح بخاری (۶/۲۰) لہذا یہ اعتراض باطل ہے۔ دوسرا یہ کہ سلیمان علیہ السلام ان شاء اللہ کہنا بھول گئے تھے نہ کہ انہوں نے اسے قصد اترک کیا۔ دیکھئے صحیح بخاری (۶/۲۰)

منکر حدیث: ”(۴) لوط علیہ السلام پر شرک کا الزام

(جلد دوم۔ صفحات ۶، ۲۷، ۲۸، ۲۸۱۔ روایات ۵۹۷، ۶۰۰، ۶۱۳۔ سب کا ایک مضمون ہے)

ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ لوط کی مغفرت فرمائے وہ ایک مضبوط رکن کی پناہ چاہتے تھے۔ (روایت ختم)

تبصرہ: مضبوط رکن

رکن کی پناہ جس کا قرآن مجید میں ذکر ہے (حدود ۸۰) وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر غیر اللہ سے پناہ لینے کے زمرے میں نہیں آتی۔ لوط نے اصطلاحاً کلمہ تاسف کے طور پر مشرکین سے اظہار بیزاری کرتے ہوئے فرمایا جبکہ کوئی بھی موحدان کا مددگار سنا تھی نہ تھا سوائے قلیل کمزوروں کے۔ آپ کو یاد ہو گا کہ آپ نے ایک اہل حدیث مولوی کی زبانی لوط علیہ السلام کا شرک سنایا تھا اس الجحدیث مولوی نے یہ بات بخاری ہی میں پڑھی ہوگی اس نے اس لئے کہا ہو گا کہ ہمارے نبی محمد ﷺ ان کے لئے مغفرت کی دعا فرما رہے ہیں۔ جبکہ شرک جرم کی مغفرت کی دعا کرنے کی تو اسلام اجازت ہی نہیں دیتا۔“

الجواب: (۴)

یہ روایت صحیح بخاری میں چھ مقامات پر ہے (۳۳۷۵، ۳۳۸۷، ۳۳۸۷، ۳۳۸۷، ۳۳۸۷، ۳۳۸۷، ۳۳۸۷)

صحیح بخاری کے علاوہ یہ حدیث درج ذیل کتابوں میں بھی موجود ہے:

صحیح مسلم (۱۵۱ و بعد ح: ۲۳۷۰) سنن الترمذی (۳۱۱۶) وقال: هذا حدیث حسن (صحیح ابن حبان (۴/۶۱۷) دوسرا نسخہ:

(۶۲۰۷) سنن ابن ماجہ (۴۰۲۶) مشکل الآثار للطحطاوی (۱۳۴۱-۱۳۶۱) صحیح ابی عوانہ (۸۰، ۷۹۱) المستخرج لابن نعیم



(۲۱۵/۲۰ ج ۳۸) تفسیر طبری (۱۲/۸۸، ۱۳۹) المستدرک للحاکم (۲/۵۶۱، ۲/۵۵۴ ح ۴۰۵۴) وقال: صحیح علی شرط مسلم، ووافقه الذہبی) النسائی فی الکبریٰ (۱۱۲۵۴) الایمان لابن مندۃ (۱/۲۸۷، ۱/۳۷۸ ح ۳۶۸، ۳۶۹) الادب المفرد للبخاری (۶۰۵، ۸۹۶) تفسیر بغوی (۲/۳۹۵، ۳۹۶) وشرح السنۃ لہ (۱/۱۱۴، ۱/۱۱۵ ح ۶۳) وقال البغوی: ”ھذا حدیث متفق علی صحیحہ“ (تاریخ بغداد (۱۸۲/۷ تا ۳۶۳))

اسے امام بخاری رحمہ اللہ سے پہلے درج ذیل محدثین نے روایت کیا ہے:

احمد بن حنبل (۲۲۲، ۳۲۶، ۳۳۲، ۳۴۶، ۳۵۰ ح ۸۵۹۰) (۴۸۴، ۳۸۹، ۴۱۶، ۵۳۳) وسنن سعید بن منصور (۱۰۹۷ طبعہ جدیدہ)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسے بیان کرنے والے درج ذیل ثقہ و جلیل القدر تابعین ہیں:

- ① ابوسلمہ بن عبدالرحمن بن عوف (صحیح بخاری: ۳۳۷۲ صحیح مسلم: ۱۵۱/۳۸۲ و ۱۵۱/۱ بعد ج: ۲۳۷۰)
- ② سعید بن المسیب (صحیح بخاری: ۳۳۷۲ صحیح مسلم: ۱۵۱)
- ③ ابو عبیدہ (صحیح بخاری: ۳۳۸۷ صحیح مسلم: ۱۵۱)
- ④ عبدالرحمن بن ہرمز الاعرج (صحیح بخاری: ۳۳۷۵ صحیح مسلم: ۱۵۱/۱ بعد ج: ۲۳۷۰)

اس روایت کے شواہد و تائیدی روایات کے لئے دیکھئے تاریخ طبری (۳۰۳/۱) وسندہ حسن) و مصنف ابن ابی شیبہ (۱۱/۵۲۳-۵۲۵ ح ۳۱۸۲۶) والاوسط للطبرانی (۵/۳۷۵، ۸/۸۸۰) والمستدرک للحاکم (۲/۵۶۱، ۲/۵۵۴ ح ۴۰۵۴) معلوم ہوا کہ یہ روایت بالکل صحیح ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ کی پیدائش سے پہلے یہ حدیث دنیا میں صحیح سند سے موجود تھی۔ والحمد للہ اس کی تائید قرآن کریم میں ہے کہ لوط (علیہ السلام) نے فرمایا:

﴿لَوَآءَ لِي بِكُمْ قُوَّةٌ أَوْ آوِي إِلَىٰ رُكْنٍ شَدِيدٍ ط﴾ ”کاش میرے پاس تم سے مقابلہ کی قوت ہوتی یا میں کسی طاقت و سہارا کے پناہ لے سکتا“ (سورۃ ہود: ۸۰، تدرج قرآن ۱۳۳/۴ تا ۱۳۴/۴)

متنبیہ بلیغ: تدرج قرآن کا مصنف امین احسن اصلاحی منکرین حدیث میں سے تھا لہذا اس کا ترجمہ ان منکرین حدیث پر جہت قاطعہ ہے۔

پرویز نے رکن کا ترجمہ ”سہارا“ کیا ہے (دیکھئے لغات القرآن ۲/۷۸۰)

مشہور تابعی اور مفسر قرآن امام قتادہ رحمہ اللہ نے ”رکن شدید“ کی تشریح ”العشیرۃ“ خاندان، سے کی ہے۔

(تفسیر طبری ۲۱/۵۲، ۵۳ وسندہ صحیح)

مضبوط قبیلہ والوں کی حمایت و مدد مانگنا شرک نہیں ہے بلکہ یہ استمداد ماتحت الاسباب ہے۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ ﴿مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ ط﴾ کون میرا مددگار ہے اللہ کی راہ میں؟ (سورۃ الصف: ۱۴) ماتحت الاسباب مدد مانگنا اور ایک دوسرے کی مدد کرنا شرک نہیں ہوتا۔ شرک تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات خاصہ میں کسی کو شریک کیا جائے یا اموات سے مانفوق الاسباب مدد مانگی جائے لہذا منکرین حدیث کی طرف سے سیدنا لوط علیہ السلام

پر شرک کا الزام باطل و مردود ہے۔ والحمد للہ

منکر حدیث: ”(۵) رسول اللہ ﷺ پر جادو کا اثر؟“

(جلد دوم۔ صفحہ نمبر ۲۳۵ روایت نمبر ۵۰۰)

لیٹ نے کہا مجھے ہشام نے ایک خط لکھا جس میں لکھا تھا کہ میں نے اپنے والد انہوں نے عائشہ سے سنا اور میں نے خوب یاد رکھا کہ رسول اللہ ﷺ پر جادو کیا گیا جس کا اثر یہ ہوا کہ آپ کو نہ کئے کام کے متعلق خیال ہوتا کہ کر چکے ہیں۔ (یہ روایت کا ایک متعلقہ حصہ درج کیا گیا ہے)

تبصرہ: کیا رسول اللہ ﷺ جادو کی مدت کے دوران وحی الہی پہنچاتے تھے یا نہیں۔؟ اور پہنچاتے وقت آپ کی کیفیت کیا ہوگی کہ آپ نے وحی نہ لکھوائی اور خیال کرتے ہوں گے کہ لکھا چکا ہوں۔ شاید اسی طرح قرآن کا کچھ حصہ لکھوانے سے رہ گیا ہو جیسے کہ شیعہ کا خیال ہے اور حدیث کی دوسری کتابوں میں بھی ایسی بعض روایات تحریر ہیں۔“

## (۵) الجواب:

نبی کریم ﷺ پر دنیاوی امور میں، مرض کی طرح عارضی طور پر جادو کے اثر والی روایت صحیح بخاری میں سات مقامات پر ہے (۳۱۵، ۳۲۶، ۵۷۶، ۵۷۶، ۶۰۳، ۶۰۳، ۶۳۹)۔

امام بخاری رحمہ اللہ کے علاوہ اسے درج ذیل محدثین نے روایت کیا ہے:

مسلم بن الحجاج النیسابوری (صحیح مسلم: ۲۱۸۹، ترقیم دار السلام: ۵۷۰۳، ۵۷۰۴) ابن ماجہ (السنن: ۳۵۳۵) الترمذی (الکبریٰ: ۶۱۵، دوسرا نسخہ: ۷۶۹) ابن حبان (فی صحیحہ: الاحسان ج ۲۵۹، ۶۵۰، دوسرا نسخہ: ۶۵۸۴، ۶۵۸۳) ابو عوانہ (فی الطب راتخاف المھر: ۳۱۹، ۳۲۳) الطحاوی (مشکل الآثار تحتہ الاخیار ج ۶، ۷، ۸، ۸۸، ۸۹) الطبری (اللاوسط: ۵۹۲۲) البیہقی (السنن الکبریٰ ۱۳۵/۸، دلائل النبوة ج ۶، ۲۳۷) ابن سعد (الطبقات ج ۲، ۱۹۶) ابن جریر الطبری (فی تفسیرہ ج ۳، ۳۶۶، ۳۶۷) البغوی (شرح السنن ج ۱۲، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۳۲۶) وقال: هذا حدیث متفق علی صحیحہ

امام بخاری رحمہ اللہ سے پہلے اسے درج ذیل محدثین نے بھی روایت کیا ہے:

احمد بن حنبل (المسنود ج ۶، ۵۷، ۶۳، ۹۶) الحمیدی (۲۶۰ تحقیقی) ابن ابی شیبہ (المصنف ج ۷، ۳۸۸، ۳۸۹) ح ۲۳۵۰۹ (اسحاق بن راہویہ) (المسنود قلمی ص ۸۶ ج ۳، ۷) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت مشہور ثقہ امام و تابعی عروہ بن زبیر نے بیان کی ہے۔ عروہ سے ان کے صاحب زادے ہشام بن عروہ (ثقة امام) نے یہ روایت بیان کی ہے۔

فائدہ ①: ہشام بن عروہ نے سماع کی تصریح کر دی ہے (صحیح بخاری: ۳۱۵)

فائدہ ②: ہشام سے یہ روایت انس بن عیاض المدنی (صحیح بخاری: ۲۶۹۱) اور عبد الرحمن بن ابی الزناد المدنی (صحیح بخاری: ۵۷۶، ۶۳، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹) وغیرہا نے بھی بیان کی ہے۔ والحمد للہ

اس روایت کی تائید کے لئے دیکھئے مصنف عبد الرزاق (۱۹۷۲) و صحیح بخاری (قبل ج ۵، ۳۱۵) و طبقات ابن سعد (۱۹۹/۲) عن الزہری وسندہ صحیح) والسنن الصغریٰ للنسائی (۱۱۲/۷، ۴۰۸۵) و مسند احمد (۳۶۷/۴) و مسند عبد بن حمید

(۲۷۱) ومصنف ابن ابی شیبہ (۳۸۸/۷ ح ۲۳۵۰۸) و کتاب المعرفة والتاریخ للامام یعقوب بن سفیان الفارسی (۲۸۹/۳، ۲۹۰) والتمسدرک (۳۶۱، ۳۶۰/۳) و مجمع الزوائد (۲۸۹/۶، ۲۹۰) معلوم ہوا کہ منکرین حدیث کا اس حدیث پر حملہ دراصل تمام محدثین پر حملہ ہے۔

①: قرآن مجید سے ثابت ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام ان رسیوں کو دیکھ کر خوف زدہ ہو گئے تھے جنہیں جادوگروں نے پھینکا تھا۔ جادوگروں نے ایسا جادو چلایا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام یہ سمجھے کہ یہ (سانپ بن کر) دوڑ رہی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿يُخَيِّلُ إِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ أَنهَاتَسْعَى﴾ ان کے جادو (کے زور) سے موسیٰ کو یوں خیال ہوتا تھا کہ وہ دوڑ رہی ہیں (آسان لفظی ترجمہ ص ۵۰۳، طہ: ۶۶) معلوم ہوا کہ جادو کا عارضی اثر خیال پر ہو سکتا ہے لہذا آپ ﷺ کا یہ خیال کرنا کہ میں نے یہ (دنیا کا) کام کر لیا ہے، قطعاً قرآن کے خلاف نہیں ہے۔

منکرین حدیث کو چاہئے کہ وہ ایسی قرآنی آیت پیش کریں جس سے صاف ثابت ہوتا ہو کہ دنیاوی امور میں نبی کے خیال پر جادو کا اثر نہیں ہو سکتا۔ جب ایسی کوئی آیت ان کے پاس نہیں اور سورت طہ کی آیت مذکورہ ان لوگوں کی تردید کر رہی ہے تو ان لوگوں کو چاہئے کہ صحیح بخاری صحیح مسلم اور امت مسلمہ کی متفقہ صحیح احادیث پر حملہ کرنے سے باز رہیں۔

②: روایت مذکورہ میں جادو کی مدت کے دوران میں دینی امور اور وحی الہی کے سلسلے میں جادو کا کوئی اثر نہیں ہوا اور نہ قرآن کا کچھ حصہ لکھوانے سے رہ گیا ہے۔ بلکہ اس جادو کا اثر صرف دنیا کے معاملات پر ہوا مثلاً آپ اپنی فلاں زوجہ محترمہ کے پاس تشریف لے گئے یا نہیں؟ لہذا دین اسلام قرآن وحدیث کی صورت میں من وعین محفوظ ہے۔ والحمد للہ

منکر حدیث: ”(۶) کیا بندروں کی بھی شریعت ہوتی ہے؟“

(جلد دوم - صفحہ نمبر ۴۳۷ - روایت نمبر ۱۰۲۹)

عمر بن عبید اللہ سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں ایک بندر کو جس نے زنا کیا تھا دیکھا کہ بہت سے بندر اس کے پاس جمع ہو گئے اور ان سب نے اسے سنگسار کر دیا میں نے بھی ان سب کے ساتھ اسے سنگسار کر دیا۔ (روایت ختم)

تبصرہ: ۱- کیا یہ روایت وحی ہے شاید زانی کو سنگسار کرنے کی دلیل بھی روایت ہوا البتہ سنا جاتا ہے کہ سنگسار کی آیت پہلے موجود تھی اب قرآن میں موجود نہیں ہے البتہ اس کا حکم باقی ہے۔

۲- کیا بندروں کی بھی شریعت ہوتی ہے؟ کیا ان کے بھی نکاح ہوتے ہیں اگر ان میں نکاح ہوتے ہیں تو زنا بھی ہو سکتا ہے اگر نکاح نہیں تو زنا کیا؟ اور راوی کو یہ باتیں کس علم سے معلوم ہوئیں کیا وہ بندروں کی زبان جانتے تھے۔

راوی کا یہ بیان ہے کہ اس نے بھی بندروں کے ساتھ مل کر زانی بندر کو سنگسار کیا۔ جناب یہ راوی نے بہت بڑا جرم اور بندرے چارے پر زیادتی کی ہے۔ احکام باری تعالیٰ کسی بھی جاندار پر ناحق ظلم سے بچنے کی ترغیب دیتے ہیں اب راوی نے جو بندر کو سنگسار کیا تو کیا اس نے کوئی جرم کیا تھا یا تو دنیا کی کسی بھی شریعت میں بندروں کے باہمی ملاپ کو جرم زنا ثابت کریں وگرنہ میں پھر کہوں گا کہ راوی نے یہ زیادتی کی ہے اس روایت کو بھی سنگسار کیا جائے۔“

## (۶) الجواب:

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ”حدثنا نعيم بن حماد: حدثنا هشيم عن حصين عن عمرو بن ميمون قال: رأيت في الجاهلية قردةً اجتمع عليها قردة قذزنت، فرجموها فرجمتها معهم“ ہمیں نعيم بن حماد نے حدیث بیان کی (کہا): ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی، وہ حصین سے وہ عمرو بن ميمون (تابعی) سے بیان کرتے ہیں کہ: میں نے جاہلیت (کے زمانے) میں ایک بندر یا دیکھی جس نے زنا کیا تھا، اس پر بندرا کٹھے ہوئے، پس انہوں نے اسے رجم کیا اور میں نے ان کے ساتھ مل کر اسے رجم کیا (صحیح البخاری: ۳۸۴۹)

اس روایت کی سند کے سارے راوی ثقہ و صدوق ہیں۔ نعيم بن حماد کو جمہور محدثین نے ثقہ و صدوق کہا۔ ہشیم کی حصین بن عبد الرحمن سے روایت سماع پر محمول ہوتی ہے کیونکہ وہ حصین سے تدلیس نہیں کرتے تھے۔ دیکھئے شرح علل الترمذی لابن رجب (۵۶۲۲) ہشیم کی متابعت کے لئے دیکھئے تاریخ دمشق لابن عساکر (۲۹۲/۴۹)

عمرو بن ميمون مشہور تابعی اور ”ثقة عابد“ تھے (دیکھئے التقریب: ۵۱۲۲)

عمرو بن ميمون سے یہ روایت عیسیٰ بن حطان نے مفصل بیان کر رکھی ہے (تاریخ ابن عساکر ۲۹۲/۴۹، ۲۹۳)

صحیح بخاری و تاریخ دمشق کے علاوہ یہ روایت درج ذیل کتابوں میں بھی ہے:

التاریخ الکبیر للبخاری (۳۶۷/۶) مستخرج الاسماعیلی اور مستخرج ابی نعیم الاصبہانی (دیکھئے فتح الباری ۱۶۰/۷، ۱۶۱)

التاریخ الکبیر للامام ابن ابی شیمہ (ص ۵۶۹)

تابعی کی یہ روایت نہ قول رسول ہے اور نہ قول صحابی ہے بلکہ صرف تابعی کا قول ہے۔ اب اس قول میں بندروں سے کیا مراد ہے؟ حافظ ابن عبد البر کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بندرجن تھے۔ دیکھئے فتح الباری (۱۶۰/۷)

جنوں کا وجود قرآن مجید سے ثابت ہے دیکھئے سورة الاحقاف (آیت: ۲۹) وغیرہ، کیا منکرین حدیث اور منکرین سزائے رجم کو اس بات پر اعتراض ہے کہ جنوں نے زنا کرنے والی جزیہ کو کیوں رجم کر دیا تھا؟

کیا جن مکلف مخلوق نہیں ہیں؟

تنبیہ ①: شادی شدہ زانی کو سنگسار کرنا صحیح و متواتر احادیث سے ثابت ہے مثلاً دیکھئے صحیح بخاری (۶۸۱۳) صحیح مسلم (۱۷۰۲) اور نظم المبتدئین من الحدیث المتواتر (ص ۱۷۲ حدیث: ۱۸۲)

تنبیہ ②: جنوں کا جانوروں کی شکل اختیار کرنا صحیح احادیث سے ثابت ہے مثلاً دیکھئے صحیح مسلم (ج ۲۳۳۶ وترقیم دارالسلام: ۵۸۳۹) و موطا امام مالک (۹۷۶۲، ۹۷۷۷، ۱۸۹۳)

تنبیہ ③: بندر کی شکل اختیار کئے ہوئے زانی جن کی حمایت میں یہ کہنا کہ ”بندر بے چارے پر زیادتی کی ہے“ کو زنا کرنے والے جنوں (اور زانی انسانوں) کی حمایت کے سوا اور کیا نام دیا جا سکتا ہے؟ منکرین حدیث کو یہ ثابت کرنا چاہئے کہ ان کے نزدیک جنوں کے لئے زنا کرنا معاف ہے!!

منکر حدیث: ”(۷) فاتوا حرثکم انی شنتم کی تفسیر

(جلد دوم۔ صفحہ نمبر ۳۱۷ روایت نمبر ۱۶۴۱)

دوسری سند عبدالصمد۔ عبدالوارث۔ ایوب۔ نافع سے وہ ابن عمرؓ سے بیان کرتے ہیں کہ فاتوا حرثکم انی شنتم سے مطلب یہ ہے کہ مرد و عورت سے جماع کرے بعض لوگ اغلام کرتے تھے چنانچہ اس آیت سے اس فعل سے روکا گیا ہے۔ لمبی حدیث ہے یحییٰ القطان۔ عبداللہ۔ نافع ابن عمر سے روایت کرتے ہیں۔

تبصرہ: اغلام کرنے والے کون تھے صحابہ یا کوئی اور۔ مدنی دور تک یہ فعل چلتا رہا..... انی شنتم سے مراد جس وقت جب دل چاہے بھی ہو سکتا ہے نہ کہ جس طرف سے یا جہاں سے۔

(۷) الجواب:

صحیح بخاری میں لکھا ہوا ہے کہ:

”حدثني إسحاق: أخبرنا النضر بن شميل: أخبرنا ابن عون عن نافع قال: كان ابن عمر رضي الله عنهما إذا قرأ القرآن لم يتكلم حتى يفرغ منه، فأخذت عليه يوماً فقراً سورة البقرة حتى انتهى إلى مكان قال: تدري فيما أنزلت؟ قلت: لا، قال: أنزلت في كذا وكذا ثم مضى۔  
وعن عبدالصمد: حدثني أبي: حدثني أيوب عن نافع عن ابن عمر ﴿فَاتُوا حَرْثَكُمْ أَنِي شَنْتُمْ﴾ قال: يأتيها في۔

رواه محمد بن يحيى بن سعيد عن أبيه عن عبيد الله عن نافع عن ابن عمر۔  
ہمیں اسحاق (بن راہویہ) نے حدیث بیان کی: ہمیں نضر بن شميل نے خبر دی: ہمیں (عبداللہ) ابن عون نے خبر دی وہ نافع سے بیان کرتے ہیں، کہا: ابن عمرؓ جب قرآن پڑھتے تو (قرأت سے) فارغ ہونے تک کوئی کلام نہ کرتے۔ ایک دن میں نے ان کے سامنے (قرآن مجید) لیا تو آپ نے سورۃ البقرہ پڑھی، جب آپ ایک مقام پر پہنچے، فرمایا: تجھے پتا ہے یہ کس کے بارے میں نازل ہوئی ہے؟ میں نے کہا: نہیں، آپ نے فرمایا: یہ اس کے بارے میں نازل ہوئی ہے، پھر آپ (تلاوت میں لگ) گئے۔

عبدالصمد (بن عبدالوارث) سے روایت ہے: مجھے میرے ابا (عبدالوارث) نے حدیث بیان کی: مجھے ایوب (سختیانی) نے حدیث بیان کی وہ نافع سے وہ ابن عمر سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے ﴿فَاتُوا حَرْثَكُمْ أَنِي شَنْتُمْ﴾ اپنی کھتی کو آؤ جس طرح چاہو (البقرہ: ۲۲۳) کی تشریح میں فرمایا:۔۔۔ میں آئے۔  
روایت کیا محمد بن یحییٰ بن سعید (القطان) نے اپنے والد سے انہوں نے عبيد الله (بن عمر) سے انہوں نے نافع سے انہوں نے ابن عمر سے۔“ (صحیح بخاری: ۴۵۲۶، ۴۵۲۷)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اس روایت میں ”بعض لوگ اغلام کرتے تھے“ کے الفاظ سرے سے موجود ہی نہیں ہیں لہذا

منکر حدیث نے صحیح بخاری پر جھوٹ بولا ہے۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ اپنی بیوی سے بچہ پیدا ہونے والی جگہ میں جماع کرنا چاہئے دیکھئے صحیح بخاری مترجم (ترجمہ و تشریح محمد داود اور از ۶/۱۰۰ مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ لاہور) والسنن الکبریٰ للنسائی (۸/۸۹۷) وسندہ حسن، دوسرا نسخہ: (۸۹۲۹) لہذا اس قول سے لواطت کا جواز ثابت کرنا بہت بڑا جھوٹ ہے۔

منکر حدیث: ”(۸) کیا چوہے قوم بنی اسرائیل کا گمشدہ گروہ ہیں۔

(جلد دوم صفحہ نمبر ۲۳۶ روایت نمبر ۵۳۴)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کا ایک گروہ گم ہو گیا معلوم نہیں کیا ہوا۔ میرا خیال ہے کہ یہ چوہے (مخ شذوہ صورت میں) وہی گم ہوا گروہ ہے یہی وجہ ہے کہ جب ان کے سامنے اوفت کا دودھ رکھا جاتا ہے تو نہیں پیتے اور جب بکری وغیرہ کا دودھ رکھا جائے تو پی لیتے ہیں پھر میں نے کعب سے یہ حدیث بیان کی تو انہوں نے کہا تم نے خود رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ میں نے کہا ہاں انہوں نے کئی مرتبہ مجھ سے یہی کہا تو میں نے کہا اور کیا، میں تو رات پڑھا ہوا ہوں۔

تبصرہ: مخ شذوہ اقوام کے تین دن سے زیادہ زندہ نہ رہنے کی وجہ سے پہلے یہ حدیث ہے۔

مندرجہ بالا روایت آپ کا ذاتی خیال ہے یا وحی ہے خط کشیدہ الفاظ پر غور کریں.... پھر روایت کا متن دیکھیں کیا آپ یہ بھی نہ جانتے تھے کہ دو ہزار سال بعد بھی بنی اسرائیل جن کی تشکیلیں مخ کی گئی تھیں زندہ ہیں نبی کے علم کا یہ تصور (معاذ اللہ)“

## (۸) الجواب:

یہ روایت صحیح بخاری (۳۳۰۵) کے علاوہ درج ذیل کتابوں میں موجود ہے:

صحیح مسلم (۲۹۹۷ و ۲۹۹۸ دار السلام: ۷، ۷، ۷، ۷) صحیح ابن حبان (الاحسان ۸/۵۲۸ ح ۶۲۲۵ دوسرا نسخہ: ۶۲۵۸) الرقاق لابی عوانہ (اتحاف المھر ۱۵/۵۵۵ ح ۱۹۸۷۲) مسند ابی یعلیٰ (۱۰/۲۴۰ ح ۶۰۳۱) شرح السنۃ للبیہقی (۲۰/۲۰۰ ح ۳۳۹/۸) وقال: ”هذا حدیث متفق علی صحیحہ“ (مشکل الآثار للطحاوی (۸/۳۳۹ ح ۶۰۰۸)

اسے امام بخاری رحمہ اللہ سے پہلے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے (المسند ۲/۲۳۴، ۲۷۹، ۲۸۹، ۳۱۱، ۳۹۷، ۴۰۷)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مشہور تابعی محمد بن سیرین نے بیان کی ہے۔ اس کی دوسری سند ”عن ابی سلمة عن ابی ہریرة“ کے لئے دیکھئے مشکل الآثار (طبعہ جدیدہ، تحتہ الاختیار: ۶۰۰۹)

معلوم ہوا کہ یہ روایت اصول حدیث کی رو سے بالکل صحیح ہے۔ اسے محدثین کرام نے بغیر کسی اختلاف کے صحیح قرار دیا ہے۔

یہ حدیث دوسری صحیح حدیث کی وجہ سے منسوخ ہے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”إن اللہ عز و جل لم یهلك قوماً أو یعذب قوماً فیجعل لهم نسلًا“ بے شک اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کو

ہلاک کرتا ہے تو پھر ان کی نسل باقی نہیں رکھتا (صحیح مسلم: ۲۶۶۳، وترقیہ دارالسلام: ۶۷۷۲) نیز دیکھئے فتح الباری (۱۶۰۷) و مشکل الآثار (۳۳۹/۸، ۳۳۱، ۶، ۳۸۱/۳) منسوخ روایت کو پیش کر کے صحیح احادیث کا مذاق اڑانا ان لوگوں کا ہی کام ہے جو قرآن کو ’بلا رسول‘ سمجھنے کا دعویٰ رکھتے ہیں۔!

منکر حدیث: ”(۹) گوشت کے سڑنے اور عورتوں کے خائُن ہونے کی وجہ

(جلد دوم۔ صفحہ ۲۵۳۔ روایت نمبر ۵۵۷)

ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر بنی اسرائیل نہ ہوتے تو گوشت کبھی نہ سڑتا اور اگر خدا نہ ہوتی تو کوئی عورت اپنے شوہر سے خیانت نہ کرتی۔ (روایت ختم ہوئی)

تبصرہ: اگر بنی اسرائیل نہ ہوتے تو گوشت کبھی نہ سڑتا۔ جب کہ تجرباً اس بات پر شاہد ہے کہ گوشت کے گٹے سڑنے کی وجہ قوم بنی اسرائیل نہیں بلکہ جراثیم ہیں۔ گوشت کا گٹنا سڑنا تو ایک کائناتی نظام ہے اور وجود اقوام عالم اس کائناتی نظام میں تغیر کا باعث نہیں بنتا۔ اگر گوشت آجکل گل سڑ جاتا ہے تو بنی اسرائیل سے پہلے بھی یہ نظام کائنات ایسے ہی چلتا رہا ہوگا وگرنہ مشرکوں کو اپنے گندے گزرے بزرگوں کے بت بنا کر پونے کی کیوں ضرورت پیش آئی جب اجسام گٹے سڑتے نہیں تھے تو وہ ان کی مردہ لاشوں کو ہی نکال کر اپنے بت کدوں میں سجالیاتے ان کے بت بنانے کی کیا ضرورت تھی۔

اور قرآن مجید میں تو صاف اور واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا اور دوبارہ اسے مٹی میں ہی لوٹا دیتا ہے اور پھر بروز قیامت اسے مٹی سے ہی نکال کھڑا کرے گا۔ اور جس طریقے سے انسان کی مردہ لاش گل سڑ کر مٹی ہوتی ہے اس سے بھی آپ واقف ہیں۔ تو اب فرمائیے کہ کیا نبی ﷺ کا یہ فرمان بذریعہ وحی تھا نہ خود باللہ کیا اللہ تعالیٰ خالق کائنات کو بھی گوشت کے سڑنے کی وجوہات معلوم نہ تھیں اور کیا سب عورتیں اسی وجہ سے خاندانوں کی خیاں تیں کرتی ہیں جو وچ مندرجہ بالا حدیث میں موجود ہے۔

کیا دونوں معاملات کی وجوہات اللہ تعالیٰ کی وحی فرمودہ ہے؟

﴿كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ﴾ (مدثر: ۱۰)

ہر شخص اپنے اعمال کے بدلے رہن ہے۔ کوئی شخص دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ تو کسی بھی شخصیت کا وجود یا اس کے ہاتھوں کسی قسم کے جرم کا ارتکاب آنے والی نسل کے پاؤں کی زنجیر کیونکر بن سکتا ہے۔ کسی شخصیت کے وجود کو کائناتی برائیوں کی جڑ سمجھنا خلاف قرآن ہے فکر قرآن تو برے اعمال کو منحوس قرار دیتا ہے کسی شخصیت کے وجود کو نہیں (پس)۔“

(۹) الجواب:

یہ روایت صحیح بخاری میں دو مقامات پر ہے (۳۳۹۹ من طریق عبدالرزاق، ۳۳۳۰، من طریق عبداللہ بن المبارک، کلاهما عن معمر عن مہام عن ابي هريرة به ) صحیح بخاری کے علاوہ یہ روایت درج ذیل کتابوں میں موجود ہے:

صحیح مسلم (۶۳/۱۲۶۸، وترقیہ دارالسلام: ۳۶۲۸) صحیح ابن حبان (الاحسان ۴۱۵۷، نسخہ محققہ: ۴۱۶۹) شرح السنۃ للبعوی (۱۶۲۹ ح ۲۳۳۵ وقال: ”هذا حدیث متفق علی صحۃ“ ) المستخرج علی صحیح مسلم لابن نعیم الاصبہانی (۴/۱۳۳۳)

ح (۳۴۵۰) امام بخاری سے پہلے اسے درج ذیل محدثین نے روایت کیا ہے:

ہام بن منبہ (الصحیفۃ: ۵۸) احمد بن حنبل (المسند ۲/۳۱۵ ح ۸۱۵۵)

ہام بن منبہ بالا جماع ثقہ ہیں لہذا یہ روایت بلحاظ اصول حدیث بالکل صحیح ہے۔ اس کے دوسرے شواہد کے لئے دیکھئے

مسند اسحاق بن راہویہ (۱۱۷) و مسند احمد (۳۰۴/۲) و حلیۃ الاولیاء (۳۸۹/۸) و مستدرک الحاکم (۱۷۵/۴)

منکر حدیث نے اس حدیث کو رد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ”جب کہ تجربہ اس بات پر شاہد ہے کہ گوشت سڑنے کی وجہ قوم بنی اسرائیل نہیں بلکہ جراثیم ہیں....“

عرض ہے کہ کیا ان جراثیم کی وجہ سے خود بخود گوشت خراب ہو جاتا ہے یا اس کے خراب ہونے میں اللہ تعالیٰ کی مشیت ہے اور یہ جراثیم اسی کے پیدا کردہ ہیں؟

نام نہاد تجربے کی وجہ سے صحیح حدیث کا رد کرنا انہی لوگوں کا کام ہے جو یہ کہتے ہیں کہ رسول کا کام صرف قرآن پہنچانا تھا، اس نے پہنچا دیا۔ اب قرآن کو سمجھئے اور اس پر عمل کرنے کے لئے منکرین حدیث کے نزدیک رسول کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔!!

منکرین حدیث سے درخواست ہے کہ اس صحیح حدیث کو رد کرنے کے لئے قرآن مجید کی وہ آیت پیش کریں جس میں یہ لکھا ہوا ہو کہ بنی اسرائیل کے وجود سے پہلے بھی دنیا میں گوشت گل سڑ جاتا تھا۔ اگر قرآن سے دلیل پیش نہ کر سکیں تو پھر

ایسی مشین ایجاد کریں جس کے ذریعے وہ لوگوں کو زمانہ بنی اسرائیل سے پہلے والے دور میں لے جا کر دکھادیں کہ دیکھو یہ گوشت گل سڑ رہا ہے۔ اور اگر ایسا نہ کر سکیں تو پھر سوچ لیں کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان رد کرنے والوں کا کیا انجام ہوگا؟

متنبیہ: بعض علماء نے اس حدیث کی دیگر تشریحات بھی لکھی ہیں مثلاً دیکھئے ”مشکلات الأحادیث النبویہ

و بیانہا“ (ص ۱۱) لیکن ظاہر الفاظ کتاب و سنت پر ایمان لانے میں ہی نجات ہے۔ الایہ کہ کوئی صحیح دلیل قرینہ صارفہ بن کر ظاہر کو مجاز کی طرف پھیر دے۔ والحمد للہ

منکر حدیث: ”(۱۰) نحوست تین چیزوں میں ہے؟“

(جلد دوم صفحہ نمبر ۸۱ روایت نمبر ۱۲۲)

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ نحوست صرف تین چیزوں میں ہے۔ گھوڑے میں، عورت میں اور گھر میں۔

(روایت نمبر ۱۲۳) حبل بن سعد ساعدی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے اگر نحوست کسی چیز میں ہوتی تو عورت میں ہوتی، مکان میں ہوتی۔ گھوڑے میں ہوتی۔

تجربہ: مذکورہ بالا روایات ۱۲۲، ۱۲۳ اپنا تجربہ آپ ہیں۔ ایک روایت میں تین چیزوں میں نحوست بیان کی گئی ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو باخلق پیدا کیا ہے منجوس اور باطل پیدا نہیں کیا۔ انسان کا کردار تو منجوس ہو سکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی کسی بھی مخلوق کی تخلیق میں نحوست نہیں سکتی۔ اللہ تعالیٰ کی ہر مخلوق کے نتائج خیر پڑتی ہوتے ہیں۔

دوسری روایت میں شرط و ظنی ہے کہ اگر نحوست ہوتی تو ان تین چیزوں میں ہوتی۔ ایک ہی صفحہ پر ایسی متضاد روایات کی مثال کہیں ملانا ناممکن ہے

اور پھر ان دونوں روایات کو وحی کہہ کر نبی ﷺ کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔“



## (۱۰) الجواب:

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی بیان کردہ یہ روایت صحیح بخاری میں چار مقامات پر ہے (۵۷۷۲، ۵۷۵۳، ۵۰۹۳، ۲۸۵۸) صحیح بخاری کے علاوہ یہ روایت درج ذیل کتابوں میں بھی موجود ہے:

صحیح مسلم (۲۲۲۵) ترقیم دارالسلام: (۵۸۰۴، ۵۸۰۵) التوکل للامام ابن خزیمہ (اتحاف الھجرۃ ۳۰۷/۸ ح ۹۴۳۳) و سنن ابی داؤد (۳۹۲۲) و سنن الترمذی (۲۸۲۴) وقال: هذا حدیث صحیح (و سنن النسائی (۳۵۹۹، ۳۵۹۸ ح ۲۲۰۶) و سنن ابن ماجہ (۱۹۹۵) و شرح معانی الآثار للطحطاوی (۳۱۳/۴) و مشکل الآثار لہ (تحفۃ الاخیار ۲۱۸/۱ ح ۲۰۵) و شرح السنۃ للبیہقی (۱۳۹/۹ ح ۲۲۳۴) وقال: ”هذا حدیث متفق علی صحیۃ“ مستدریٰ بیعلی (۵۵۳۵، ۵۴۹۰، ۵۴۳۳) [و غیرہ] امام بخاری سے پہلے درج ذیل محدثین نے بھی اسے روایت کیا ہے:

امام مالک (الموطا ۲/۲۱۲ ح ۱۸۸۳، التمهید ۲/۲۷۸) عبدالرزاق (المصنف ۱۰/۳۱۱ ح ۱۹۵۲) ابوداؤد الطیالسی (۱۸۳۱) ابوبکر الحمیدی (۶۲۱) اور احمد بن حنبل (۸/۲ ح ۴۵۴۳، ۲/۲۷۸، ۱۱۵، ۱۲۶، ۱۳۶) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اسے درج ذیل جلیل القدر تابعین نے بیان کیا ہے:

① سالم بن عبداللہ بن عمر

② حمزہ بن عبداللہ بن عمر

معلوم ہوا کہ یہ حدیث بالکل صحیح ہے، اسے شاذ یا معلول قرار دینا غلط ہے لیکن یہ حدیث دوسری روایات کی وجہ سے منسوخ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”إن كان الشؤم في شيء ففدى الدار والمرأة والفرس“ اگر بدشگون کسی چیز میں ہوتی تو گھر، عورت اور گھوڑے میں ہوتی (صحیح بخاری: ۵۰۹۳ و صحیح مسلم: ۲۲۲۵ دارالسلام: ۵۸۰۷، ۵۸۰۹، ۵۸۰۹ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما) یہ روایت، اس مفہوم کے ساتھ درج ذیل صحابہ سے بھی موجود ہے:

① سہیل بن سعد الساعدی (صحیح بخاری: ۲۸۵۹، ۵۰۹۵ و صحیح مسلم: ۲۲۲۶ دارالسلام: ۵۸۱۰)

② جابر بن عبداللہ الانصاری (صحیح مسلم: ۲۲۲۷ دارالسلام: ۵۸۱۲)

خلاصۃ التحقیق: یہ روایت بہ اصول محدثین بالکل صحیح ہے لیکن دوسری روایات کی وجہ سے منسوخ ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ دنیا میں جھگڑے فساد کی جڑ عام طور پر یہی تین چیزیں ہیں۔ عورت، گھر (زمین) اور گھوڑا (یعنی فوجیں) واللہ اعلم، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ”لا طیبرۃ“ کوئی نحوست اور بدشگونئی نہیں ہے (صحیح بخاری: ۵۷۵۳ و صحیح مسلم: ۲۲۲۳ عن سیدنا ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

نیز دیکھئے فتح الباری (۶۳-۶۰/۶) تحت ۲۸۵۸، ۲۸۵۹) واللہ

## منکر حدیث: ”(۱۱) صحابہ رضی اللہ عنہم کی کردار کشی

(جلداول - صفحہ نمبر ۸۲۰ روایت نمبر ۲۲۱۱)

حسین ابن علیؑ علی بن ابی طالب سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بدر کے دن ایک اونٹنی ملی اور پھر رسول اللہ ﷺ نے ایک اونٹنی اور دی ان دونوں کو ایک دن میں نے ایک انصاری کے دروازے پر بٹھا یا اور میں ارادہ کر رہا تھا کہ ان دونوں پر اذخر لاد کر لے جاؤں تاکہ بیٹوں اور میرے ساتھ نبی قیامت کا ایک سنار تھا اس سے فاطمہؑ کے ولیمہ کی دعوت میں مدلوں حمزہ بن عبدالمطلب اسی گھر میں شراب پی رہے تھے ان کے ساتھ ایک گانے والی تھی الایا حمزہ بشروف النوا ء۔ اے حمزہ آگاہ ہو فریادیں لے لو۔ حمزہ ان دونوں اونٹنیوں کی طرف تلوار لے کر چھٹ پڑے ان کے کو بان کاٹ ڈالے اور کو لہے کاٹ ڈالے پھر ان دونوں کی گچیاں کاٹ ڈالیں میں نے ابن شہاب سے پوچھا کو بان کیا ہوا کہا کو بان کاٹ کر لے گئے ابن شہاب کا بیان ہے کہ علیؑ نے کہا کہ میں نے ایسا منظر دیکھا جس نے مجھے دہشت زدہ کر دیا۔ میں (یعنی علیؑ) نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور آپ کے پاس زید بن حارثہ بھی تھے۔ میں نے آپ سے واقعہ بیان کیا تو آپ چلے اور آپ کے ساتھ زیدؓ بھی چلے میں بھی آپ کے ساتھ روانہ ہوا۔ آپ حمزہ کے پاس پہنچے اور بہت غصہ ہوئے حمزہ نے نگاہ اٹھائی اور کہا کیا تم میرے باپ دادوں کے غلام ہو؟ رسول اللہ ﷺ اٹھنے لگے پاؤں واپس ہو گئے اور ان کے پاس سے چلے گئے (یہ شراب کے حرام ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے) تبصرہ: کیا غیر حرم کے ساتھ گانا بھی مباح تھا اس کے علاوہ دوسری روایت اسی مضمون کی جو بخاری جلد دوم صفحہ ۵۱۵ روایت نمبر ۱۱۸۰ جس میں یاروں کی مجلس کا بھی ذکر ہے۔ علیؑ کی اجازت کے بغیر ان کی دو اونٹنیوں کا جھک کر دیا۔ صحابہؓ کا یہ کردار خلاف قرآن سمجھا جائے گا لہذا یہ حقیقت کسی بجائے صحابہ پر بہتان ہوگا۔“

## (۱۱) الجواب:

یہ روایت صحیح بخاری میں پانچ مقامات پر موجود ہے (۲۰۸۹، ۲۳۵۵، ۲۳۹۱، ۳۰۹۱، ۴۰۰۳، ۹۳۷۵ مختصر او مطولاً)

صحیح بخاری کے علاوہ یہ روایت درج ذیل کتابوں میں بھی موجود ہے:

صحیح مسلم (۱۹۷۹ و ۱۹۸۰) ترقیم دار السلام: (۵۱۲۷-۵۱۳۰) صحیح ابن حبان (الاحسان ۳۳۷/۲ ۲۵۱۹ دوسرا نسخہ: ۲۵۳۶)

صحیح ابی عوانہ (۲۴۸/۵، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲) و سنن ابی داؤد (۲۹۸۶) و السنن الکبریٰ للبیہقی (۱۵۳/۶، ۳۲۲، ۳۲۳)

و مسند ابی یعلیٰ (۵۴۷) امام بخاری رحمہ اللہ سے پہلے یہ حدیث امام احمد رحمہ اللہ نے بیان کی ہے۔

دیکھئے مسند احمد بن حنبل (۱۴۲/۱، ۱۴۰۰)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ روایت صحیح ثابت اور مشہور ہے۔ اس سلسلے میں چند اہم معلومات درج ذیل ہیں:

① یہ واقعہ غزوہ احد (۳ھ) سے پہلے اور غزوہ بدر (۲ھ) کے بعد کا ہے۔

② شراب (خمر) کی حرمت کا حکم ۶ھ یا ۷ھ میں نازل ہوا۔ اس سے پہلے شراب حرام نہیں تھی۔

③ اس حدیث میں ذکر کردہ دور میں گانے والی لونڈیوں کا گانا حرام نہیں ہوا تھا۔ یاد رہے کہ اس روایت میں موسیقی

کے آلات کا ذکر نہیں بلکہ صرف لونڈی کا (آواز سے) گانا مذکور ہے۔ گانے بجانے کی حرمت دوسری احادیث سے

ثابت ہوتی ہے (مثلاً دیکھئے صحیح بخاری: ۵۵۹۰)

لہذا اس روایت سے گانے بجانے کے جواز پر استدلال کرنا منسوخ ہے۔

④ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے زنا کا صدور بھی ثابت ہے (دیکھئے صحیح بخاری: ۶۸۲۰ صحیح مسلم: ۱۶۹۱)

⑤ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بخشے ہوئے اور حنتی ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”اطلع الله على أهل بدر فقال: اعملوا ما شئتم ، فقد غفرت لكم“ بدری صحابیوں کے سامنے اللہ ظاہر ہوا اور فرمایا: جو چاہا کرو، میں نے تمہیں بخش دیا ہے (مسند احمد ۲/۲۹۵، ۲۹۶، ۹۲۰ وسندہ حسن)

سیدنا امیر حمزہ البدری رضی اللہ عنہ کا یہ عمل نشے کی وجہ سے تھا انہیں اللہ نے بخش دیا اور جنت الفردوس میں داخل کر دیا ہے لہذا منکرین حدیث کا یہ کہنا کہ ”صحابہ کا یہ کردار خلاف قرآن سمجھا جائے گا“ مردود ہے کیونکہ یہ واقعہ حرمتِ خمر سے پہلے کا ہے۔

منکر حدیث: ”(۱۲) کیا وحی خیال مشکوک کا نام ہے

(جلد دوم صفحہ ۲۶۳ روایت نمبر ۵۷۳)

ابوسعید خدری روایت کرتے ہیں کہ رسول نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا اے آدم۔ وہ عرض کریں گے میں حاضر ہوں اور بیانی میں ہوں اور ہر بھلائی تیرے ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا دوزخ میں جانے والا انکر نکالو وہ عرض کریں گے دوزخ کا کتنا لشکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا فی ہزاروں سونا تو دوزخ میں اور ایک جنت میں جائے گا پس وہ ایسا وقت ہوگا کہ خوف کے مارے بچے بوڑھے ہو جائیں گے اور ہر حاملہ کا حمل گر جائے گا اور تم کو لوگ نشہ کی سی حالت میں نظر آئیں گے حالانکہ وہ نشہ میں نہ ہوں گے بلکہ اللہ کا عذاب سخت ہوگا صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم میں سے جنت میں جائیو لانی ہزار ایک کوں ہوگا آپ نے فرمایا: خوش ہو جاؤ کیونکہ تم میں ایک آدمی ہوگا اور یا جوں ماجوں میں سے ایک ہزار۔ پھر آپ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے مجھے امید ہے کہ تم جنت کا چوتھائی حصہ ہو گے تو ہم لوگوں نے تکبیر پڑھی پھر آپ نے فرمایا: مجھے امید ہے کہ تم اہل جنت کا ایک تہائی حصہ ہو گے ہم نے پھر تکبیر کہی تو آپ نے فرمایا تم اہل جنت کا نصف ہو گے یعنی تم نصف اور نصف دوسرے لوگ ہوں گے ہم نے پھر اللہ اکبر کہا آپ نے فرمایا تم تو اور لوگوں کے مقابلے میں ایسے ہو جیسے سیاہ بال سفید تیل کے جسم پر یا سفید بال سیاہ تیل کے جسم پر۔ (روایت ختم)

تبصرہ: خط کشیدہ الفاظ پر غور فرمائیں کیا وحی ایسے ہی الفاظ میں نازل ہوتی ہے یعنی مجھے امید ہے یا یہ کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا اللہ تعالیٰ بھی جتنی طور پر ایک بات نہیں بتلاتا۔ کیا وحی خیال مشکوک کا نام ہوتا ہے۔

نوٹ: بخاری میں دوسرے مقام پر لینی کتاب التفسیر میں بھی اسی مضمون کی روایت ہے نیز تفسیر آیت وزی الناس سکر لای روایت نمبر ۱۸۵۲/۱۸۵۳ جلد دوم

(۱۲) الجواب:

یہ حدیث صحیح بخاری میں تین مقامات پر موجود ہے (۳۳۲۸، ۴۷۷۱، ۶۵۳۰)

اسے امام بخاری کے علاوہ درج ذیل محدثین نے بھی روایت کیا ہے:

مسلم (صحیح: ۲۲۲) النسائی فی الکبریٰ (۱۱۳۳۹) التفسیر: (۳۵۹) ابو عوانہ (المسند ۱/۸۸-۹۰) عبد بن حمید (المستتب:

۹۱) ابن جریر الطبری (التفسیر ۱/۸۷، ۸۸، تہذیب الآثار ۲/۵۲) البیہقی (شعب الایمان: ۳۶۱) ابن مندہ (الایمان: ۸۸۱)

امام بخاری سے پہلے درج ذیل محدثین نے اسے روایت کیا ہے:

احمد بن حنبل (المسند ۳/۳۲) و کعب (نسخہ و کعب عن الأعمش ص ۸۵، ۸۶ ج ۲۷)

سیدنا ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ کے علاوہ اسے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی بیان کیا ہے، دیکھئے صحیح بخاری (۶۱۵۲۸، ۶۱۵۲۹) و صحیح مسلم (۲۲۱)

لہذا یہ روایت بالکل صحیح اور قطعی الثبوت ہے۔ اس میں ”خیال مشکوک“ والی کوئی بات نہیں بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے درجہ بدرجہ اپنے صحابہ کے ایمان کو مضبوط کرنے کے لئے پہلے ایک چوتھائی پھر ایک ثلث اور آخر میں نصف کا ذکر فرمایا۔ یہ عام لوگوں کو بھی معلوم ہے کہ نصف میں ایک ثلث اور ایک چوتھائی دونوں شامل ہوتے ہیں لہذا منکرین حدیث کا اس حدیث پر حملہ مردود ہے۔ منکرین حدیث کی ”خدمت“ میں عرض ہے کہ سورۃ الصُّفَّت کی آیت نمبر ۱۴ کی وہ کیا تشریح کرتے ہیں؟ دوسرے یہ کہ حدیث مذکور کو قرآنی آیت کے خلاف ہے؟

منکر حدیث: ”(۱۳) کیا وحی مشکوک ہوتی ہے؟“

(جلداول صفحہ ۸۳ روایت نمبر ۲۲۳۳)

ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ دو آدمیوں نے ایک دوسرے کو گالی دی ایک مسلمان اور دوسرا یہودی تھا مسلم نے کہا تم ہے اس ذات کی جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری دنیا پر فضیلت دی اور یہودی نے کہا تم ہے اس ذات کی جس نے موئی کو ساری دنیا پر فضیلت دی۔ مسلمان نے یہ سن کر یہودی کے چہرے پر تھہر مارا۔ یہودی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا اور جو کچھ مسلمان اور اس کے درمیان گذرا تھا بیان کر دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کو بلایا اور اس کے متعلق پوچھا اس نے سارا حال بیان کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ کو موئی پر فضیلت نہ دو اس لئے کہ لوگ قیامت کے دن بیہوش ہو جائیں گے میں بھی ان لوگوں کے ساتھ بے ہوش ہو جاؤں گا سب سے پہلے مجھے ہوش آئے گا۔ میں دیکھوں گا کہ موئی عرش کا کون پکڑے ہوئے ہوں گے۔ میں نہیں جانتا کہ وہ بے ہوش ہو کر مجھ سے پہلے ہوش میں آجائیں گے باللہ تعالیٰ نے ان کو بیہوشی سے مستغنی کر دیا ہے۔ (روایت ختم)

تبصرہ: میں نہیں جانتا اور باقی خدا کشیدہ الفاظ پر غور فرمائیں۔ سب لوگوں کی بے ہوشی پر اطلاع دے دی اور اگلی اطلاع بذریعہ وحی نہ مل سکی ”میں نہیں جانتا“ اور دوسرے لفظ ”یا“ پر غور فرمائیں۔ کیا وحی مشکوک ہوتی ہے؟ وما علینا الا البلاغ المبین “

(۱۳) الجواب:

یہ حدیث صحیح بخاری میں سات مقامات پر ہے (۳۴۰۸، ۳۴۰۹، ۳۴۱۰، ۳۴۱۱، ۳۴۱۲، ۳۴۱۳، ۳۴۱۴، ۳۴۱۵، ۳۴۱۶، ۳۴۱۷، ۳۴۱۸، ۳۴۱۹، ۳۴۲۰، ۳۴۲۱)

اسے امام بخاری کے علاوہ درج ذیل محدثین نے بھی روایت کیا ہے:

مسلم بن الحجاج (صحیح مسلم: ۳۳۷۳) طحاوی (مشکل الآثار، طبعہ قدیمہ ۴۳۵/۱، معانی الآثار ۳۱۶/۲) ابو یعلیٰ (المسند: ۶۶۳۳) النسائی (السنن الکبریٰ: ۷۷۵۸، ۷۷۵۹) ابو داؤد (السنن: ۴۶۷۱) ترمذی (السنن: ۳۲۳۵) وقال: ”هذا حدیث حسن صحیح“ ابن ماجہ (السنن: ۴۲۷۴) البغوی (شرح السنۃ ۱۵/۱۰۶ ج ۲/۴۳۰) وقال: ”هذا حدیث متفق علی صحیحہ“ (البیہقی (دلائل النبوة ۴۵/۴۹۲)

امام بخاری رحمہ اللہ سے پہلے امام احمد رحمہ اللہ نے اسے روایت کیا ہے۔ دیکھئے مسند احمد بن حنبل (۲۶۲/۲، ۲۵۰)

یہ روایت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے درج ذیل جلیل القدر ثقہ تابعین نے بیان کی ہے۔

① سعید بن المسیب

② ابوسلمہ بن عبدالرحمن

③ عبدالرحمن الاعرج

④ عامر الشعمی

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ اسے سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے بھی روایت کیا ہے (صحیح بخاری: ۲۴۱۲ و صحیح مسلم:

۲۳۷۲ و مصنف ابن ابی شیبہ ۵۲۶/۱ ح ۳۱۸۲۸)

معلوم ہوا کہ یہ روایت بالکل صحیح ہے لہذا منکر حدیث کا اس سے ”کیا وحی مشکوک ہوتی ہے؟“ کشید کرنا باطل ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ ”میں نہیں جانتا“، لایح قرآن کریم کی درج ذیل آیت کے مطابق ہے۔

﴿وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبُ﴾ [آپ کہہ دیں کہ....] اور میں غیب نہیں جانتا (سورۃ الانعام: ۵۰)

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَإِنْ أَدْرِيْٓ أَقْرَبُٓ أَمْ بَعِيْدُٓ مَّا تُوعَدُوْنَ﴾ [سورۃ الانبیاء: ۱۰۹]

ترجمہ از شاہ ولی اللہ دہلوی: ”وہی دائم کہ نزدیک است یا دور است آنچہ وعدہ دادہ میشود“ (ص ۳۹۹)

ترجمہ از شاہ عبدالقادر: ”اور میں نہیں جانتا، نزدیک ہے یا دور ہے، جو تم کو وعدہ ملتا ہے“ (ص ۳۹۹)

ترجمہ از احمد رضا خان بریلوی: ”میں کیا جانوں کہ پاس ہے یا دور ہے وہ جو تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے“ (ص ۵۳۱)

معلوم ہوا کہ منکرین حدیث حضرات، احادیث صحیحہ کی مخالفت کے ساتھ ساتھ قرآنی آیات کے بھی مخالف ہیں۔ ان کے

پاس نہ حدیث ہے اور نہ قرآن ہے، بس وہ اپنی خواہشات اور بعض نام نہاد ”مفکرین قرآن“ کے خود ساختہ نظریات و تحریفات

کے پیچھے دوڑ رہے ہیں۔ مرنے سے پہلے پہلے رب کریم کی طرف سے مہلت ہے، جو شخص توبہ کرنا چاہے کر لے ورنہ یاد رکھے کہ

اللہ تعالیٰ نے اپنے بانٹیوں اور سرکشوں کے لئے جہنم کی دہکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔ اے اللہ! تو ہمیں اپنی پناہ میں رکھ۔ اے

اللہ! تو ہمیں کتاب و سنت پر ثابت قدم رکھ اور اسی پر ہمارا خاتمہ فرما۔ اے اللہ! ہمارے سارے گناہ معاف فرما دے، آمین۔

[انتہی] [۱۳ و القعدہ ۱۳۲۶ھ]

شذرات الذہب

تبلیغی پروگرام کا افتتاح قرآن کی تلاوت سے

ابومعاذ

ابنصرہ (المعز بن مالک بن قُطَيبَة العبدی البصری رحمہ اللہ، تابعی/متوفی ۱۰۸ھ) فرماتے ہیں کہ:

”كان أصحاب رسول الله ﷺ إذا اجتمعوا، تذاكروا العلم وقرءوا سورة“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ جب (علمی مجلس وغیرہ کے لئے) اکٹھے ہوتے (تو) علمی مذاکرہ کرتے اور ایک سورت

پڑھتے تھے۔ [الجامع للاخلاق الراوی و آداب السامح: ۱۲۰۷ و سندہ صحیح]

خطیب بغدادی کی تبویب سے معلوم ہوتا ہے کہ مجلس کی ابتدا اور آغاز میں یہ قراءت قرآن ہوتی تھی۔

مؤلف: ابو عبد الرحمن الفوزی

مترجم: محمد صدیق رضوان

سیدنا عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے دخول جنت کی کیفیت سے متعلق قصہ

قصر نمبر ۳: ”بینما عائشة في بيتها إذ سمعت صوتاً في المدينة فقالت: ما هذا؟ قالوا: عير لعبد الرحمن بن عوف قدمت من الشام تحمل من كل شيء، قال فكانت سبع مائة بعير، فارتجت المدينة من الصوت فقالت عائشة: سمعت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم يقول: قد رأيت عبد الرحمن بن عوف يدخل الجنة حبواً، فبلغ ذلك عبد الرحمن فقال: إن استطعت لأدخلنّها قائماً، فجعلها بأفتابها وأحمالها في سبيل الله عز وجل.“

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے گھر میں تشریف فرما تھیں کہ اس دوران انہوں نے مدینہ میں ایک آواز سنی، فرمایا: یہ کیا ہے؟ تو انہیں بتلایا گیا کہ عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا قافلہ ہے جو ملک شام سے لوٹا ہے، جس میں سات سواوٹ تھے، جو بہت سی چیزوں سے لدھے ہوئے تھے۔ (اس کی) آواز سے مدینہ لرز اٹھا، پس سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، آپ فرما رہے تھے کہ: میں عبد الرحمن بن عوف کو جنت میں داخل ہوتے ہوئے اس حال میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ سرین کے بل گھسٹتے ہوئے داخل ہو رہے ہیں۔ پس یہ (خبر) سیدنا عبد الرحمن بن عوف تک پہنچی تو انہوں نے فرمایا: اگر میرے لئے ممکن ہو تو میں ضرور کھڑا ہو کر جنت میں داخل ہوں گا، پس آپ نے وہ سارے (اوٹ) ان کے پالان، ان کے لدان (یعنی تمام ساز و سامان) سمیت اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا۔ [کذب منکر] (یہ منکر اور جھوٹا قصہ ہے)

اس روایت کو امام احمد نے اپنی مسند (ج ۶ ص ۱۱۵ ح ۲۵۳۵۳۲۲۸۲) طبرانی نے المعجم الکبیر (ج ۱ ص ۱۲۹ ح ۲۶۲) اور ابونعیم نے معرفۃ الصحابہ (ج ۱ ص ۳۱) میں عمارۃ بن زاذان عن ثابت البنانی عن أنس بن مالك رضي الله عنه کی سند سے ذکر کیا ہے۔ میں (فوزی) کہتا ہوں: اس کی سند میں ”عمارہ بن زاذان“ ہے اس کے متعلق امام احمد نے فرمایا: منکر حدیثیں روایت کرتا ہے۔ (۲) ابو حاتم الرازی نے فرمایا: لا یحتج بہ، اس سے حجت نہیں پکڑی جاتی۔ (۳) دارقطنی نے فرمایا: ضعیف ہے۔ (۴) بخاری نے فرمایا: اکثر اوقات یہ اپنی حدیث میں مضطرب ہوتا ہے۔ (۵) الساجی نے فرمایا: اس میں ضعف ہے، یہ کچھ نہیں اور نہ ہی حدیث میں قوی ہے۔

دیکھئے - تہذیب التہذیب (ج ۷ ص ۳۶۵) ابن الجوزی کی الضعفاء (ج ۲ ص ۲۰۳) عقیل کی الضعفاء الکبیر (ج ۳ ص ۳۱۵) اور ابن عبد البہادی کی بحر الدم (ص ۳۱۰)

ابن الجوزی نے کہا کہ: احمد بن حنبل نے فرمایا یہ حدیث منکر اور جھوٹ ہے [امام احمد سے یہ قول باسناد صحیح ثابت نہیں ہے را دارہ الحدیث]، عمارہ منکر احادیث روایت کرتا ہے۔ اور ابو حاتم الرازی نے کہا کہ عمارہ سے حجت نہیں لی جاتی اور اس روایت کو الجراح بن منہال نے اپنی سند سے عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: اے ابن عوف! بے شک تم مالدار لوگوں میں سے ہو، تم جنت میں داخل نہیں ہو گے مگر سرین کے بل سرکتے ہوئے، تم اپنے رب کو قرض دووہ تمہارے دونوں قدموں کو آزاد کر دے گا۔

امام نسائی نے کہا: یہ حدیث گھڑی ہوئی ہے اور ”الجراح“ (راوی) متروک الحدیث ہے، یحییٰ بن معین نے فرمایا: ”جراح“ کی حدیث کچھ نہیں (یعنی کوئی حیثیت نہیں رکھتی) ابن المدینی نے فرمایا: اس کی حدیث لکھی نہ جائے، ابن حبان نے فرمایا: یہ جھوٹ بولتا تھا دارقطنی نے فرمایا: ابن اسحاق نے اس سے روایت کی اور (تدلیس کرتے ہوئے) اس کے نام کو الٹ پلٹ دیا اور کہا: منہبال بن الجراح (جب کہ فی الحقیقت اس کا نام الجراح بن منہبال) اور یہ متروک ہے۔ ابن حجر نے القول المسدود (ص ۲۸) میں فرمایا کہ: جو کچھ میں سمجھتا ہوں، کلام میں وسعت کی گنجائش نہیں پس ہمارے لئے امام احمد کی یہ گواہی کافی ہے کہ یہ روایت جھوٹی ہے، اس کا اولین حمل یہ ہے کہ ہم کہیں کہ یہ ان احادیث میں سے ہے جن کے متعلق امام احمد نے فرمایا کہ یہ روایت لائق بیان نہیں اور جھوٹی ہے۔

حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ (ج ۷ ص ۱۶۳) میں فرمایا: عمارہ بن زاذان الصیدلانی نے اس (حدیث کو بیان) کرنے میں تفرّد کیا ہے اور وہ ضعیف ہے۔ (مؤلف کا بیان ختم ہوا)

### قصہ نمبر ۴: امام احمد بن حنبل اور امام یحییٰ بن معین رحمہما اللہ کا الرصافۃ کی مسجد والا قصہ

”احمد بن حنبل و یحییٰ بن معین رحمہما اللہ نے الرصافۃ کی مسجد میں نماز ادا کی تو ایک قصہ گو و اعظ کھڑا ہوا اور کہا ہم سے حدیث بیان کی احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین نے ان دونوں نے کہا کہ ہم سے حدیث بیان کی عبدالرزاق نے (معمّر سے اُس نے) قنادہ سے اور قنادہ نے انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کیا کہ (نبی ﷺ نے) فرمایا:

”من قال لا إله إلا الله، خلق الله (من) كل كلمة منها طيراً منقاراً من ذهبٍ وریشه من مرجان...“ کہ جس شخص نے لا الہ الا اللہ کہا: اللہ اس کے ہر کلمہ سے ایک پرندہ پیدا فرماتا ہے اس کی چونچ سونے کی ہوتی ہے اور اس کا پر مرجان کا اور... لگا رہا ایک طویل قصہ بیان کرنے میں... پس احمد بن حنبل یحییٰ کی طرف اور یحییٰ امام احمد کی طرف (حیرت سے) دیکھنے لگے۔ امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: کیا آپ نے اس سے یہ روایت بیان کی ہے؟ تو امام احمد نے فرمایا: نہیں اللہ کی قسم میں نے تو یہ روایت بیان نہیں کی۔ پس جب وہ قصہ گو فارغ ہوا اور ایک جگہ لی (یعنی وہ کسی جگہ جا بیٹھا) تو امام یحییٰ نے فرمایا:۔۔ (اور بتاؤ) تم سے یہ قصہ کس نے بیان کیا؟ میں ابن معین ہوں اور یہ احمد بن حنبل اگر (تمہارے لئے) جھوٹ بولنا ضروری ہی تھا تو تمہارے علاوہ کسی اور پر ہی بول دیتے (ہم پر یہ ظلم کیوں)؟ تو اس قصہ گو نے کہا: آپ یحییٰ بن معین ہیں؟ فرمایا: ہاں، تو اس نے کہا: میں سنتا چلا آیا تھا کہ آپ احق ہیں پس اس گھڑی میں نے جان لیا۔ (آپ تو ایسے کہہ رہے ہیں) گویا دنیا میں کوئی اور یحییٰ بن معین اور احمد بن حنبل ہے ہی نہیں۔ جب کہ میں نے ان کے علاوہ سترہ (۱۷) احمد بن حنبل نامی راویوں سے روایت لکھی ہیں، پس (یہ سن کر) احمد بن حنبل نے اپنی آستین اپنے چہرہ پر ڈال دی اور فرمایا: چھوڑ دو، اسے کھڑے ہونے دو۔ تو وہ اس طرح کھڑا ہوا گویا کہ ان کا

مذاق اڑا رہا ہو۔ یہ موضوع، من گھڑت اور خود ساختہ قصہ ہے۔

اس قصہ کو ابن الجوزی نے الموضوعات (ج ۱ ص ۴۶) اور القصاص والمذکرین (ص ۳۰۴) میں ابن حبان نے الضعفاء (ج ۱ ص ۷۵) اور حاکم نے المدخل الی کتاب الاکلیل (ص ۵۷) میں ”عن ابراهیم بن عبد الواحد الطبري قال: سمعت جعفر بن محمد الطيالسي يقول ...“ کی سند سے اس کو روایت کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کی یہ سند وضع کردہ ہے۔ اس میں ابراہیم بن عبد الواحد الطبري حدیث کے وضع کرنے سے متم ہے۔ دیکھئے الکلی کی الکشف الحشیث (ص ۳۹) ذہبی نے میزان میں اس کے ترجمہ (حالات) میں فرمایا: میں نہیں جانتا یہ ہے کون؟ ایک منکر حکایت لایا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس نے یہ روایت گھڑی ہے۔ یہ احمد بن حنبل اور ابن معین کا الرصافة کی مسجد میں نماز پڑھنے والی کہانی ہے۔ اس قصے کو سیوطی نے الآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ میں (ج ۲ ص ۳۲۶) میں اور قرطبی نے اپنی تفسیر (ج ۱ ص ۷۹) میں ذکر کیا ہے۔ (مؤلف کا بیان ختم ہوا)

### قصہ نمبر ۵: سیدنا سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ کا قصہ

رسول اللہ ﷺ نے جنگ احزاب کے سال خندق کے لئے نشان لگائے یہاں تک کہ آپ ”المذبح“ مقام تک پہنچے پس آپ ﷺ نے ہر دس افراد کے لئے چالیس گز مقرر کر کے۔

مہاجرین و انصار سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے متعلق بحث کرنے لگے، سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ طاقت و آدمی تھے۔ مہاجرین نے کہا کہ سلمان (رضی اللہ عنہ) ہم میں سے ہیں اور انصار نے کہا کہ وہ ہم میں سے ہیں، پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”سلمان ہم میں سے ہیں، ہمارے اہل بیت ہیں“ [سخت ضعیف روایت ہے]

اسے حاکم نے المستدرک (ج ۳ ص ۵۹۸) الطبرانی نے المعجم الکبیر (ج ۶ ص ۲۱۴) ابن سعد نے الطبقات الکبریٰ (ج ۴ ص ۸۲) ابو نعیم نے اخبار اصہبان (ج ۱ ص ۵۴) بیہقی نے دلائل النبوة (ج ۳ ص ۴۱۸) ابوالشیخ نے طبقات الحدیثین (ج ۱ ص ۲۰۵) اور الطبرانی نے (تفسیر ج ۱ ص ۱۳۳، تاریخ ج ۲ ص ۹۱، ۹۲) میں ”کشیر بن عبد اللہ بن عمرو بن عوف المزني عن أبيه عن جده“ کی سند سے روایت کیا اور اس قصہ کو ذکر کیا۔

یہ سنہ کمزور ہے، اس میں ”کثیر بن عبد اللہ المزني“ ہے۔

امام احمد نے اسے منکر الحدیث کہا۔ امام ابن معین نے فرمایا: یہ کچھ بھی نہیں۔ ابو حاتم نے فرمایا: یہ متین (مضبوط) نہیں، امام نسائی نے فرمایا: یہ ثقہ نہیں، امام شافعی و امام ابو داؤد نے فرمایا کہ یہ جھوٹ کا ایک رکن ہے۔ دارقطنی اور ان کے علاوہ دیگر (محدثین) نے فرمایا: یہ متروک راوی ہے، ابن حبان نے فرمایا کہ یہ بہت زیادہ منکر الحدیث ہے۔ ذہبی نے فرمایا: کمزور راوی ہے۔ [دیکھئے تہذیب التہذیب (ج ۸ ص ۳۷۷) فتح الباری (ج ۵ ص ۱۹) تاریخ امام عثمان بن سعید الدارمی (ص ۱۹۵) کتاب الحججین لابن حبان (ج ۲ ص ۲۲۱) ابن الجوزی کی الضعفاء (ج ۳ ص ۲۳) ذہبی کی میزان الاعتدال (ج ۳ ص ۳۲۶) انہی کی الکشف (ج ۳ ص ۵) انہی کی المعجم (ص ۲۶۱) ابن عبد البہادی کی بحر الدم



(۳۵۶) جوز جانی کی ”احوال الرجال“ (ص ۱۳۸) دارقطنی کی ”المؤتلف والمختلف“ (ج ۱ ص ۳۲۷) امام ابن معین کی ”التاریخ“ (ج ۳ ص ۱۴۲) ابن قطلوبغا کی ”من روی عن ابيه عن جده“ (یعنی: جس نے اپنے والد سے اور والد نے داد سے روایت کی) (ص ۵۱۳) ابن الجبندی کی ”سوالات“ (ص ۲۶۹) [

المناوی نے فیض القدير (ج ۴ ص ۱۰۶) میں اسی راوی کی وجہ سے اس روایت کو معلول قرار دیا اور کہا: حافظ ذہبی نے قطعی طور پر اس سند کا ضعف بیان کیا اور ایشیائی نے فرمایا: اس روایت کی سند میں طبرانی کے ہاں ”کثیر بن عبداللہ المزنی“ ہے جسے جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔ انتہی

علامہ البانی نے الجامع (۴۱۸) میں فرمایا: ”ضعیف جدا“ سخت ضعیف روایت ہے۔ الذہبی نے اس کثیر المزنی کی سند سے اس روایت کو السیر (ج ۱ ص ۵۴۰) میں اور ابن الجوزی نے ”صفحة الصفوة“ (ج ۱ ص ۵۳۵) میں ذکر کیا ہے۔ اس حدیث کو العجلونی نے بھی ”ضعیف“ قرار دیا جیسا کہ ”كشف الخفاء“ (ج ۱ ص ۵۵۸) میں ہے۔ اس حدیث کا ایک ”شاهد“ (تائیدی روایت) ہے جو ابوالشیخ نے ”طبقات المحرثین“ (ج ۱ ص ۲۰۴) میں اور ابو یعلیٰ نے اپنی مسند (ج ۱ ص ۱۲۲) میں طوالت سے ”النضر بن حمید عن سعد الأسکاف عن أبي جعفر محمد بن علي عن أبيه عن جده أن النبي ﷺ قال: سلمان من أهل البيت“ کی سند سے بیان کیا ہے۔

اس کی سند بھی انتہائی کمزور ہے اس کی دو علتیں ہیں:

۱: النضر بن حمید الکلندی ہے اس سے متعلق ابو حاتم نے فرمایا: یہ متروک الحدیث ہے اور بخاری نے فرمایا: منکر الحدیث ہے۔  
۲: سعد بن طریف الاسکاف متروک راوی ہے، ابن حبان نے اسے وضع حدیث کے ساتھ متہم کیا۔ یہ رافضی تھا جو جانی نے فرمایا: یہ مذموم راوی تھا۔

حوالے: دیکھئے ذہبی کی میزان (ج ۵ ص ۳۸۱) ابن الجوزی کی الضعفاء (ج ۳ ص ۱۵۵) ابن حجر کی التقریب (ص ۲۳۱) جوز جانی کی احوال الرجال (ص ۵۸) اور ابن الجبندی کی ”سوالات“ (ص ۳۳۲)

یثیمی نے مجمع الزوائد (ج ۹ ص ۱۱۷) میں اسے ذکر کیا پھر فرمایا: اسے ابو یعلیٰ نے روایت کیا اس کی سند میں النضر بن حمید الکلندی ہے اور وہ متروک ہے۔ انتہی

ابن حجر نے المطالب العالیہ (ج ۴ ص ۸۳، ۸۴) میں اسے ذکر کیا اور کہا کہ اسے ابو یعلیٰ نے روایت کیا ہے۔

اس کا ایک موقوف شاہد بھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اسے ابن ابی شیبہ نے المصنف (ج ۴ ص ۱۴۸) ابن سعد نے ”الطبقات الکبریٰ“ (ج ۴ ص ۸۵) (یعقوب بن سفیان) الفارسی نے المعرفۃ والتاریخ (ج ۴ ص ۵۴۰) اور ابو نعیم نے اخبار اصحابنا (ج ۱ ص ۵۴) میں ابو البختری کی سند سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا کہ:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے کہا: ہمیں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے متعلق خبر دیں تو آپ نے فرمایا: (سلمان رضی اللہ عنہ) نے اول و آخر کا علم پایا، وہ ایسا سمندر ہیں کہ جس کی گہرائی لامحدود ہے اور وہ ہم اہل بیت میں سے ہیں۔

اس کی بھی سند ضعیف ہے اس لئے کہ ابو البختری سعید بن فیروز الطائنی نے (سیدنا) علی رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا جیسا کہ ابو حاتم

وغیرہ نے بتایا ہے لہذا یہ سند منقطع ہے۔

حوالے: دیکھئے ابن ابی حاتم کی المراسیل (ص ۶۸) اور العلاء کی جامع التحصیل (ص ۱۸۳)

ابن حجر نے تہذیب التہذیب (ج ۴ ص ۶۵) میں ابوالخثری کے احوال میں بیان فرمایا: کہ ابن سعد نے کہا: یہ ابن الاشعث کے ساتھ ۸۳ھ میں قتل ہوئے، یہ کثیر الحدیث تھے اپنی حدیث میں ارسال کرتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے جب کہ ان میں سے اکثر سے ان کا سماع ثابت نہیں، پس ان کی جو احادیث سماع پر محمول ہیں تو وہ حسن ہیں، اور جس میں سماع کا ثبوت نہیں تو وہ ضعیف ہیں۔ انتہی

(چونکہ انہوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا تو سماع ثابت نہیں اس لئے یہ واقعہ بھی ضعیف ہے/ مترجم)

طبرانی نے المعجم الکبیر (ج ۴ ص ۲۱۳) میں اسے ”ابراہیم بن یوسف الصیرفی: ثنا علی بن عابس عن

الأعمش عن عمرو بن مرة وإسماعیل بن أبي خالد عن قیس بن أبي حازم قال: سئل علي بن أبي طالب“ کی سند سے روایت کیا ہے۔ اس کی سند بھی سخت ضعیف ہے اور اس کی تین علتیں ہیں:

پہلی علت (یعنی وجہ بضعف): علی بن عابس الاسدی ہے اس کے متعلق ابن معین نے فرمایا: لیس بشیء یہ کچھ بھی نہیں، النسائی....، ابن عدی اور ابن حجر نے فرمایا: یہ ضعیف ہے۔ جو زبانی نے فرمایا: یہ ضعیف الحدیث اور کمزور راوی ہے۔ ابن حبان نے فرمایا: اس کی غلطیاں حد سے بڑھی ہوئی ہیں اس لئے یہ روایت میں ”ترک“ کا مستحق ہے یعنی اس کو ترک کر دیا جائے اس سے روایت نہ لی جائے اور الساجی نے فرمایا کہ اس کے پاس منکر روایات ہیں۔

دوسری علت: ابراہیم بن یوسف الصیرفی ہیں جو کہ صدوق ہیں لیکن اس میں کچھ ضعف ہے۔

[تنبیہ: ابراہیم بن یوسف الصیرفی صدوق حسن الحدیث ہے۔ جمہور محدثین نے اس کی توثیق کی ہے۔ اس پر ابو عبد الرحمن الفوزی کی جرح مردود اور باطل ہے/ حافظ زبیر علی زئی]

تیسری علت: الأعمش سلیمان بن مهران الاسدی ہیں اور یہ مدلس ہیں اس روایت کو انہوں نے عن سے بیان کیا اور سماع کی تصریح نہیں کی۔

[حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال (۴/۲) میں اعمش کے ترجمہ میں کہا کہ ”وہ مدلس ہیں اور کبھی کبھی ضعیف سے بھی تدلیس کرتے تھے، پس جب حدیثا کہیں تو اس پر کوئی کلام نہیں ہے۔ جب عن کہیں تو تدلیس کا احتمال ہے۔“]

حوالے: دیکھئے ابن حجر کی تہذیب (ج ۷ ص ۳۰۱) اور انہی کی تقریب (ص ۵۹، ۲۵۴) اور تعریف اہل التقدیس (ص ۶۷) سیوطی کی اسماء المدلسین (ص ۹۸) اور ابن العجمی کی التبیین لاسماء المدلسین (ص ۳۱) اور المقدسی کی قصیدۃ فی المدلسین (ص ۲۸) الانصاری کی الاتحاف (ص ۲۹)

اس روایت کو طبرانی نے المعجم الکبیر (ج ۲ ص ۲۱۳) میں بھی روایت کیا ہے، اسی طرح ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء (ج ۱ ص ۱۸۷) میں ”حبان بن علی: ثنا عبد الملک بن جریج عن أبي حروب بن أبي الأسود عن أبيه و عن رجل عن زاذن الكندي“ کی سند سے روایت کیا ہے کہ ایک دن ہم سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ہاں تھے... (پھر اسے ذکر کیا)

اس کی سند بھی سخت ضعیف ہے اس کی دو علتیں ہیں:  
پہلی علت: حبان بن علی العززی ہیں۔

اس کے متعلق امام ابن معین نے فرمایا: اس کی حدیث کچھ بھی نہیں۔ جو زجانی نے فرمایا: حدیث میں کمزور راوی تھا۔ نسائی و دارقطنی نے فرمایا: ضعیف تھا امام بخاری نے فرمایا: کہ یہ محدثین کے نزدیک قوی نہ تھا، اور ابن حبان نے کہا: یہ کھلی غلطیاں کرنے والا تھا، اس کے معاملے میں توقف ضروری ہے۔

دوسری علت: عبدالملک بن جرتج مدلس ہیں انہوں نے (بشرط صحت) اس روایت کو عن سے بیان کیا اور سماع کی تصریح نہیں کی۔

حوالے: دیکھئے ابن حبان کی کتاب الجرح وھین (ج ۱ ص ۲۶۱) ابن حجر کی تقریب (ج ۱ ص ۱۶۹، ۳۶۳) و تعریف اہل التقدیس (ص ۹۵) جو زجانی کی احوال الرجال (ص ۷۰) ابن الجوزی کی الضعفاء (ج ۱ ص ۱۸۷) ابن الجبید کے سؤالات (ص ۲۸۳، ۳۶۲) دارقطنی کی الضعفاء (ص ۱۸۷) نسائی کی الضعفاء (ص ۸۹) امام بخاری کی التاريخ الکبیر (ج ۳ ص ۸۸) اور انہی کی الضعفاء الصغیر (ص ۷۶) ابن العجی کی التمهین لاسماء المدلسین (ص ۱۰۱) المقدسی کا قصیدۃ فی المدلسین (ص ۴۹) الانصاری کی الاتحاف (ص ۳۷) خطیب بغدادی نے اسے ”الموضح“ (ج ۱ ص ۲۶۲) میں بطریق ”ابو علی الحسن بن الحسين بن العباس النعالي: أخیر ناسعد بن محمد بن إسحاق

الصیرفی: حدثنا الحسين بن عمر الثقفي: حدثنا مسروق بن المرزبان: حدثنا شريك عن

عثمان بن أبي زرعة عن سالم بن أبي الجعد قال: سئل علي بن أبي طالب “روایت کیا۔

اس کی سند بھی انتہائی کمزور ہے اس کی چار علتیں ہیں:

پہلی علت: الحسن بن الحسين بن العباس العالی...

دوسری علت: شریک بن عبداللہ القاضی ہیں۔ یہ سنی الحفظ تھے یعنی سؤ حافظ کا شکار تھے۔

تیسری علت: سالم بن ابی الجعد نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا تھا۔

چوتھی علت: مسروق بن المرزبان ہے: اس سے متعلق ابو حاتم نے فرمایا: یہ قوی نہیں ہے۔

حوالے: دیکھئے ذہبی کی میزان الاعتدال (ج ۲ ص ۸) انہی کی اکشاف (ج ۳ ص ۱۴۱) ابن ابی حاتم کی الجرح والتعدیل (ج ۸ ص ۳۹۷) خطیب کی تاریخ بغداد (ج ۷ ص ۳۰۰) ابن الجوزی کی الضعفاء (ج ۳ ص ۱۱۶) ابن ابی حاتم کی المراسیل (ص ۷۰) اور العلاء کی جامع التحصیل (ص ۱۷۹)

قصہ نمبر ۶: خالد بن عبداللہ القسری کا الجعد بن درہم کے ساتھ قصہ

”میں خالد بن عبداللہ القسری کے پاس عید الاضحیٰ کے دن واسط (مقام) پر حاضر ہوا تو خالد القسری نے کہا: لوٹ جاؤ اور قربانی کرو اللہ تعالیٰ تم سے (تمہارا یہ عمل) قبول فرمائے، یقیناً میں تو جعد بن درہم کی قربانی کرنے والا ہوں

(یعنی اس کو ذبح کروں گا اس لئے کہ) اس کا یہ زعم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو (اپنا) غلیل نہیں بنایا تھا اور نہ ہی سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کلام فرمایا اللہ تعالیٰ اس کی اس بات سے جو جعد بن درہم کہتا ہے، بہت زیادہ بلند ہے (یعنی یہ اس کا اللہ پر جھوٹ ہے) پھر وہ اترے اور انہوں نے جعد بن درہم کو ذبح کیا۔“

[سخت ضعیف قصہ ہے]

تخریج: اس روایت کو امام بخاری نے التاریخ (ج ۲ ص ۶۴) خلق افعال العباد (ص ۱۲) بیہقی نے السنن الکبریٰ (ج ۱ ص ۲۰۵) اور ”الاسماء والصفات“ (ص ۳۵۰) داری نے الرد علی الجمیۃ (ص ۱۷) اور الرد علی المریسی (ص ۱۱۸) الملائکاتی نے شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ (ج ۲ ص ۳۱۹) الآجری نے الشریعۃ (ص ۹۷، ۳۲۸) المزنی نے تہذیب الکمال (ق ۳۱۹) میں اور (محدث) النجادی نے ”الرد علی من یقول القرآن مخلوق“ (ص ۵۴) میں ”القاسم بن محمد: ثنا عبد الرحمن بن محمد بن حبیب عن أبی عن جدہ قال“ کی سند سے روایت کیا اور یہ قصہ ذکر کیا۔

[تنبیہ: ”شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ“ کے نام سے، لاکائی سے منسوب کتاب با سند صحیح ثابت نہیں ہے۔ اس کتاب کا بنیادی راوی احمد بن علی بن الحسین بن زکریا الطریثیشی سخت ضعیف و مجروح راوی ہے۔ محدث ابوطاہر السلفی نے اس کی توثیق کی ہے لیکن شجاع الذہلی، ابوالقاسم بن السمر قندی وغیرہما جمہور نے اس پر جرح کی ہے۔ محمد بن ناصر اسے کذاب سمجھتے تھے۔ دیکھئے (لسان المیزان ج ۱ ص ۲۲۷، ۲۲۸) لہذا اس غیر ثابت کتاب سے اصول میں استدلال کرنا صحیح نہیں ہے/ زبیر علی زئی) اس کی سند سخت ضعیف ہے اس کی دو علتیں ہیں:

پہلی علت: اس کی سند میں عبد الرحمن بن محمد ہیں جو صرف ”مقبول“ (یعنی مجہول الحال مستور) راوی ہیں جیسا کہ ابن حجر کی تقریب (ص ۳۴۹) میں ہے اور مقبول کی روایت متابعت میں تو قابل قبول ہوتی ہے لیکن تفرّد کے وقت (یعنی مقبول راوی جب اپنی روایت میں منفرد ہو تو) جیسا کہ اس روایت میں ہے تو یہ (راوی) لین الحدیث (ضعیف راوی) ہے جیسا کہ (تقریب کے) مقدمہ (ج ۱ ص ۷۴) میں ابن حجر نے لکھا ہے۔ ذہبی نے فرمایا: یہ بچپانا نہیں جاتا۔ دیکھئے میزان الاعتدال (ج ۳ ص ۲۹۹)

دوسری علت: محمد بن حبیب ہے، یہ مجہول راوی ہے جیسا کہ ابن حجر کی تقریب التہذیب (ص ۳۷۳) اور ذہبی کی میزان الاعتدال (ج ۳ ص ۲۲۸) میں لکھا ہوا ہے۔

اس روایت کو ابن ابی حاتم نے الرد علی الجمیۃ میں روایت کیا، جیسا کہ حافظ ذہبی کی کتاب العلو (المختصر ص ۱۳۴) میں بطریق ”عیسیٰ بن ابی عمران الرملی: حدثنا یوب بن سوید عن السری بن یحییٰ قال: خطبنا خالد القسری:“ کی سند سے روایت کیا اور اس قصہ کا ذکر کیا۔

اس کی سند بھی سخت ضعیف ہے اور اس کی بھی دو علتیں ہیں:

پہلی علت: عیسیٰ بن ابی عمران الرملی ہے۔ ابن ابی حاتم نے رملہ (مقام) پر اس سے (روایات) لکھیں، جب ان کے والد ابو حاتم نے اس کی حدیث کو دیکھا تو فرمایا: ”اس کی حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ سچا نہیں، تو اس سے

روایت کرنا چھوڑ دیا۔ دیکھئے الجرح والتعدیل (ج ۲ ص ۲۸۴) اور ذہبی کی میزان الاعتدال (ج ۴ ص ۳۳۹) دوسری علت: ایوب بن سوید ہے اس کے متعلق عبداللہ بن المبارک نے فرمایا: اسے اپنے حال پر چھوڑ دو۔ یحییٰ بن معین نے فرمایا: یہ کچھ نہیں ہے یہ حدیثیں چوری کرتا تھا۔ امام بخاری نے فرمایا: محدثین اس کے متعلق کلام کرتے تھے۔ جوز جانی نے فرمایا: وای الحدیث (حدیث میں کمزور ہے) امام احمد، الساجی اور ابوداؤد نے فرمایا: ضعیف ہے، نسائی نے فرمایا: ینفقہ نہیں ہے۔ ابوحاتم نے فرمایا لین الحدیث۔

حوالے: دیکھئے تہذیب التہذیب (ج ۱ ص ۳۵۴) میزان الاعتدال (ج ۱ ص ۲۸۷) ابن الجوزی کی الضعفاء (ج ۱ ص ۱۳۰) سؤالات ابن الجنیید (ص ۴۰۷) امام ذہبی کی الکشف (ج ۱ ص ۹۳) ڈاکٹر نجم عبدالرحمن کی ”معجم الجرح والتعدیل رجال السنن الکبریٰ (ص ۲۲) اور جوز جانی کی احوال الرجال (ص ۱۵۵) تاریخ ابن معین (ج ۴ ص ۴۵۱) ابن عبدالہادی کی بحر الدم (ص ۷۷) ابن عدی کی الکامل (ج ۱ ص ۳۵۱)

### قصہ نمبر ۷: سیدنا ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ کا قصہ

سیدنا ثعلبہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے مال عطا فرمائے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: تجھ پر تجب! اے ثعلبہ تھوڑا مال کہ جس پر تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا رہے بہتر ہے اس بہت زیادہ مال سے کہ جس پر (شکر ادا کرنے کی) تو طاقت نہ رکھتا ہو۔ کیا تو رسول اللہ ﷺ کی طرح نہیں ہونا چاہتا؟ اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر میں اللہ سے اس بات کا سوال کروں کہ اللہ تعالیٰ میرے لئے پہاڑوں کو سونے چاندی کا بنا دے تو یہ بن جائیں۔

ثعلبہ (رضی اللہ عنہ) پھر لوٹ کر آپ کی طرف آئے اور عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! میرے لئے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے مال عطا فرمائے، اللہ کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے مال عطا فرمایا تو میں ہر حق دار کو اس کا حق ضرور دیا کروں گا، تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! ثعلبہ کو مال عطا فرما، اے اللہ! ثعلبہ کو مال عطا فرما۔

(راوی نے) کہا کہ ثعلبہ نے کچھ بکریاں لیں، تو وہ اس طرح پر نشوونما پائیں جس طرح کہ کیڑے کوڑے نشوونما پاتے ہیں، (یہ بکریاں اس قدر بڑھ گئیں) کہ مدینہ کی جگہ ان کے لئے تنگ ہو گئی اور وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز ادا کرتے۔

پھر وہ انہیں لے کر مدینہ سے کچھ دور چلے گئے، وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوتے پھر ان بکریوں کی طرف چلے جاتے، یہاں تک کہ مدینہ منورہ کی چراگاہیں ان پر تنگ ہوئیں تو وہ ان بکریوں کو لے کر کچھ اور دور چلے گئے پھر صرف جمعہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوتے اور پھر ان بکریوں کی طرف نکل جاتے، پھر وہ بکریاں کچھ اور زیادہ ہوئیں تو وہ اور بھی دور چلے گئے انہوں نے باجماعت نماز اور جمعہ ترک کر دیا (کبھی کبھی قافلے گزرتے) تو وہ سوار لوگوں

سے ملتے اور پوچھتے کہ تمہارے پاس دین کی باتوں میں سے (کوئی نئی بات) ہے اور لوگوں کا کیا حال ہے؟

اور اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر یہ آیت نازل فرمائی: ﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا﴾

آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لیجئے، جس کے ذریعہ سے آپ انہیں پاک صاف کریں اور ان کا تزکیہ کیجئے [التوبہ: ۱۰۳] تو رسول اللہ ﷺ نے صدقات جمع کرنے کے لئے انصاریوں میں سے۔۔۔ اور بنی سلیم کے ایک شخص (رضی اللہ عنہ) کو مقرر فرمایا۔ اور انہیں آپ ﷺ نے صدقات (یعنی زکوٰۃ) کی سنت اور احکامات لکھوادئے اور انہیں حکم دیا کہ وہ لوگوں سے صدقات (زکوٰۃ) وصول کریں اور ثعلبہ (رضی اللہ عنہ) کے پاس بھی جائیں اور ان سے ان کے مال کی زکوٰۃ وصول کریں۔ انہوں نے ایسا ہی کیا یہاں تک کہ ثعلبہ (رضی اللہ عنہ) کے پاس پہنچے تو انہیں رسول اللہ ﷺ کی لکھی ہوئی تحریر دکھائی، ثعلبہ نے فرمایا: تم لوگوں سے زکوٰۃ وصول کر لو جب ان سے فارغ ہو جاؤ تو میرے پاس آ جانا۔ انہوں نے ایسا ہی کیا (جب وہ آئے) تو ثعلبہ (رضی اللہ عنہ) نے کہا۔ اللہ کی قسم! یہ (زکوٰۃ کا وصول کرنا) تو جزیہ ہی کا بھائی ہے (یعنی جزیہ کی قسم ہے) تو وہ زکوٰۃ وصول کرنے والے چل پڑے، جب رسول اللہ ﷺ سے آ کر ملے [اور انہیں یہ بات بتلا دی کہ ثعلبہ (رضی اللہ عنہ) تو یہ کہتے ہیں] تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر (یہ آیت) نازل فرمائی:

﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنۡ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَنصَّدُقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾

اور ان میں ایسے بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے یہ عہد کیا کہ اگر اللہ نے اپنے فضل سے ہمیں عطا کیا تو ہم ضرور صدقات دیں گے۔ (یکذبون) تک۔ یعنی۔ یہ جھوٹ بولتے ہیں۔ [التوبہ: ۷۵-۷۷]

تو کہا کہ ثعلبہ (رضی اللہ عنہ) کے ایک قریبی انصاری صحابی سوار ہوئے اور ان تک پہنچے اور ان سے کہا۔

”تیرا ناس ہو! اے ثعلبہ! تو تُو ہلاک ہو گیا، اللہ تعالیٰ نے تیرے متعلق قرآن مجید میں یہ یہ نازل فرمایا ہے۔

پس ثعلبہ (رضی اللہ عنہ) اپنے سر پر خاک ڈالتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے آئے: اے اللہ کے رسول! اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) (لیکن) اللہ کے رسول ﷺ نے ان سے ان کی زکوٰۃ قبول نہیں کی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح قبض فرمائی یعنی رسول اللہ ﷺ نے زندگی بھر ان کی زکوٰۃ قبول نہیں کی۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ثعلبہ (رضی اللہ عنہ) سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے (انہیں زکوٰۃ دی) اور کہا کہ: اے ابوبکر! آپ میری قوم کا میرے متعلق رویہ اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ میرے تعلق کو جانتے ہیں، میری زکوٰۃ قبول کیجئے تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے (دور خلافت میں ان کے) پاس آئے تو انہوں نے بھی انکار کر دیا پھر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے (دور خلافت میں ان کے) پاس آئے تو انہوں نے بھی انکار کر دیا پھر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ان کے پاس آئے تو انہوں نے بھی انکار کر دیا۔ (یہ روایت من گھڑت ہے)۔ [یہ روایت من گھڑت ہے]

تحریر: اس روایت کو طبرانی نے المعجم الکبیر (ج ۸ ص ۲۶۰) ”الاحادیث الطوال“ المعجم الکبیر ج ۵ ص ۲۲۵) ابو نعیم نے ”معرفة الصحابة“ (ج ۳ ص ۲۷۲) طبری نے اپنی تفسیر (ج ۱ ص ۳۷۰) ابن اشیر نے ”اسد الغابۃ“ (ج ۱ ص ۲۸۲) بیہقی نے ”دلائل النبوة“ میں (ج ۵ ص ۲۸۹) الواحدی نے اسباب النزول (ص ۲۹۰) ابن عبدالبر نے ”الاستیعاب“ (ج ۲ ص ۳۱۲) میں مختصراً، بغوی نے اپنی تفسیر (ج ۲ ص ۳۱۲) اور ابن حزم نے مختصراً الحلی (ج ۱ ص ۲۰۸) میں مختلف

سندوں سے ”عن معان بن رفاعۃ عن ابي عبد الملك علي بن يزيد الألهاني عن القاسم بن

عبدالرحمن عن أبي أمامة الباهلي عن ثعلبة بن حاطب “ کی سند سے اس قصہ کے ساتھ بیان کیا ہے۔ میں کہتا ہوں: یہ سند انتہائی کمزور ہے اس کی دو علتیں ہیں:

پہلی علت: معان بن رفاعۃ السلامی ہے جو لین الحدیث (ضعیف) ہے اور بہت زیادہ ارسال کرتا ہے۔ دوسری علت: علی بن یزید الالبانی ہے اس پر شدید جرح ہے۔

امام بخاری نے اس کے متعلق فرمایا کہ یہ منکر الحدیث ہے دارقطنی، البرقی اور الازدی نے اسے متروک قرار دیا۔ اور ابوحاتم نے فرمایا: یہ ضعیف ہے، اس کی احادیث منکر ہیں۔ نسائی نے فرمایا کہ متروک راوی ہے۔ اور ابوزرعہ نے فرمایا کہ یہ قوی نہیں، ابو نعیم نے فرمایا کہ یہ منکر الحدیث ہے۔ حاکم نے فرمایا: ذاہب الحدیث (حدیث میں گیا گزرا ہے) جو زجانی نے فرمایا کہ میں نے بہت سے ائمہ کرام کو دیکھا کہ وہ اس کی احادیث جو یہ روایت کرتا ان کا انکار کرتے تھے۔

حوالے: دیکھئے تہذیب (ج ۷ ص ۳۶۶) تقریب (ج ۲ ص ۵۳۷) فتح الباری (ج ۱ ص ۵۴۰) میزان الاعتدال (ج ۳ ص ۸۱) ابن الجوزی کی الضعفاء (ج ۲ ص ۲۰۰) اور جو زجانی کی احوال الرجال (ص ۱۶۵) ابن حزم نے المحلی (ج ۱ ص ۲۰۸) میں اس حدیث کو سند مذکور کے ساتھ ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

”وهذا باطل بلاشك“ بلاشبہ یہ باطل قصہ ہے۔

علامہ العراقی نے احیاء العلوم کی تخریج (ج ۳ ص ۳۷۲) میں فرمایا ”طبرانی نے ضعیف سند سے اس کو روایت کیا۔“ حافظ ابن حجر نے تخریج احادیث الکشاف (ص ۷۷) میں اسی سند مذکور کے ساتھ اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا: ”وهذا إسناد ضعيف جداً“ یہ سخت ضعیف سند ہے۔

علامہ بیہقی نے مجمع الزوائد (ج ۷ ص ۳۲) میں اس قصہ کو ذکر کیا پھر فرمایا کہ اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا اس کی سند میں علی بن یزید الالبانی ہے اور وہ متروک ہے۔ راجع

اس روایت کو طبری نے اپنی تفسیر میں (ج ۱ ص ۳۷۰) اور بیہقی نے ”دلائل النبوة“ (ج ۵ ص ۲۸۹) میں ”محمد بن

سعد قال: حدثني أبي قال: حدثني عمي الحسين بن الحسن بن عطية قال: حدثني أبي عن أبيه عطية بن سعد عن ابن عباس “ کی سند سے روایت کیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آیت ﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهِ﴾ کے متعلق فرمایا کہ انصاریوں میں سے ایک شخص تجھے نہیں ثعلبہ (رضی اللہ عنہ) کہا جاتا تھا، ایک مجلس میں حاضر ہوئے اور فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے فضل سے (مال) عطا فرمایا تو میں ہر حق دار کو اس کا حق دوں گا، صدقہ کروں گا اور رشتہ داروں کو بھی دوں گا، اللہ تعالیٰ نے انہیں آزمائش میں مبتلا کیا اور انہیں مال عطا فرمایا، پس انہوں نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ خلافی کی، پس اللہ تعالیٰ ان کی اس وعدہ خلافی پر ان سے ناراض ہوا، تو اللہ نے ان کے حال کو بیان کرتے ہوئے قرآن میں یہ فرمایا کہ ”وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ“ الآیة الی قَوْلِهِ: (يَكْفُرُونَ) مؤلف نے کہا: اس کی سند انتہائی تاریک ہے (اور) ضعف کی کئی وجوہات کے ساتھ مسلسل ہے۔

پہلی علت: محمد بن سعد العوفی ہیں ان کے متعلق خطیب نے فرمایا: حدیث میں کمزور تھا۔

دوسری علت: اس کا والد ہے، امام احمد نے اس کے متعلق فرمایا کہ یہ ”جہمی“ ہے، اور فرمایا کہ یہ ایسے لوگوں میں سے نہیں کہ اس سے روایت لکھنے میں تساہل برتا جائے نہ ہی اس کا یہ مقام ہے، اس بات کو خطیب نے بیان فرمایا۔

تیسری علت: الحسن بن عطاء العوفی ہے، اسے یحییٰ بن معین وغیرہ نے ضعیف قرار دیا، ابن حبان نے فرمایا: ایسی روایتیں بیان کرتا ہے جن پر اس کی متابعت نہیں کی جاتی، اس کی روایت سے حجت لینا جائز نہیں، ابو حاتم نے اسے ضعیف الحدیث قرار دیا، اور جوز جانی نے فرمایا: واہی الحدیث ہے، نسائی نے ضعیف کہا، ابن سعد نے فرمایا: اس نے بہت سی احادیث سنی ہیں، حدیث میں ضعیف تھا۔

چوتھی علت: الحسن بن عطیہ العوفی ہے، اس کے متعلق ابو حاتم نے فرمایا: ضعیف الحدیث، بخاری نے فرمایا: یہ کچھ نہیں، ابن حبان نے فرمایا: منکر الحدیث ہے، میں نہیں جانتا کہ اس کی احادیث میں مصیبت خود اس کی طرف سے ہے یا اس کے والد کی طرف سے یا ان دونوں ہی کی طرف سے ہے کیونکہ اس کے والد حدیث میں کچھ بھی نہیں، پس یہیں سے اس کا معاملہ مشتبه ہوتا ہے اس کو ترک کر دینا لازم ہے، ابن حجر نے کہا: یہ ضعیف ہے۔

پانچویں علت: عطیہ بن سعد العوفی ہے، اسے ثوری نے ضعیف قرار دیا، اسی طرح ہشیم، یحییٰ بن معین، احمد، ابو حاتم) الرازی، النسائی، ابن عدی، ابوزرعہ، الذہبی اور ابن حجر نے ضعیف قرار دیا۔

حوالے: ابن حجر کی فتح الباری (ج ۱ ص ۴۱۲ و ج ۲ ص ۳۰۵ و ج ۱۳ ص ۱۰۲) تہذیب (ج ۲ ص ۲۵۵، ج ۷ ص ۲۰۰) تقریب (ج ۱ ص ۱۶۲) ابن الجوزی کی الضعفاء (ج ۲ ص ۱۸۰) ابن حبان کی کتاب المجروحین (ج ۱ ص ۲۳۴) خطیب کی تاریخ بغداد (ج ۹ ص ۱۲۶) عقیلی کی الضعفاء (ج ۳ ص ۳۵۹) اور ابن عدی کی الکامل (ج ۵ ص ۲۰۷)

ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب یہ قصہ باطل و محض من گھڑت ہے، اہل علم نے بیان کیا کہ ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ جلیل القدر بدری صحابی ہیں، اور یہ بات ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”لا یدخل النار أحد شہد بدرًا أو الحدیبیة“ بدر و حدیبیہ میں شامل ہونے والا کوئی شخص جہنم میں داخل نہیں ہوگا [صحیح مسلم، عن جابر رضی اللہ عنہ: ج ۲ ص ۲۴۹۵ بلفظ آخر]

[تنبیہ: صحیح مسلم میں فوزی کے بیان کردہ الفاظ موجود نہیں ہیں بلکہ صحیح مسلم میں یہ لکھا ہوا ہے کہ: ”لا یدخلہا فإنہ شہد بدرًا و الحدیبیة“ وہ جہنم میں داخل نہیں ہوگا کیونکہ بے شک وہ بدر و حدیبیہ میں شامل تھا۔]

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کا کلام بیان کرتے ہوئے فرمایا: ”إعملوا ما شئتم فقد غفرت لكم“ (اے اہل بدر) تم جو چاہو عمل کرو یقیناً میں تمہاری بخشش کر چکا ہوں۔ (بخاری: ۳۰۷۰، مسلم: ۲۳۹۴)

اب جو اس مقام و مرتبہ پر فائز ہوا اللہ سبحانہ و تعالیٰ کس طرح اس کے دل میں نفاق باقی چھوڑ سکتا ہے؟

(باقی آئندہ ان شاء اللہ)



## توضیح الأحكام

حالتِ خطبہ میں دو رکعت نماز

سوال: ”درج ذیل الفاظ سے مشہور حدیث کے بارے میں تحقیق درکار ہے:

إذا صعد الخطيب المنبر فلا يتحدثن أحدكم ومن يتحدث فقد لغا ومن لغا فلا جمعة له، أنصتوا  
لعلكم ترحمون - اس حدیث کی تحقیق کے تحت مسئلہ کی محقق و مدلل وضاحت بھی فرمادیں۔ جزا کم اللہ خیراً۔“

[والسلام، ذکاء الرحمن ذکی (درجہ سابع) دارالعلوم تقویۃ الاسلام، اوڈانوالہ، ضلع فیصل آباد]

الجواب: یہ روایت مجھے حدیث کی کسی کتاب میں سند کے ساتھ نہیں ملی۔ اسے شیخ عبدالمتعال (بن محمد) الجبری نے اپنی کتاب ’المشتہر من الحدیث الموضوع والضعیف والبدیل الصحیح‘ میں ذکر کیا ہے۔

(۱۶۸، وموسوعة الأحادیث والآثار الضعیفة والموضوعة ج ۵ ص ۵۰۳ ح ۱۶۲۵)

شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ”باطل، قد اشتهر بهذا اللفظ على الألسنة وعلق على المنابر ولا أصل له“  
یہ روایت باطل ہے۔ یہ زبانوں پر مشہور ہے اور منبروں پر اسے لکھ کر لٹکایا جاتا ہے۔ اس کی کوئی اصل نہیں ہے (سلسلہ  
الأحادیث الضعیفة والموضوعة ۱۲۲/۱ ح ۸۷) اس بے اصل اور موضوع روایت کے دو شاہد (تائید والی روایتیں) ہیں۔

① عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۱۹۳/۳)

یہ سند تین وجہ سے ضعیف ہے:

اول: الحسن بن علی (یا علی بن الحسن) العسکری کی توثیق نامعلوم ہے۔

دوم: محمد بن عبدالرحمن بن (سہیل یا سہم) کی توثیق نامعلوم ہے۔

سوم: یحییٰ بن ابی کثیر مدلس ہیں (دیکھئے تقریب التہذیب: ۶۳۲، والنکت علی ابن الصلاح ۲/۶۳۳ و اتحاف المہرۃ  
۳/۳۲۵ ح ۳۱۲۲)

امام دارقطنی فرماتے ہیں کہ: ”ویحیی بن ابی کثیر معروف بالتدلیس“ (العلل الواردة ۱۱/۲۴۱ سوال: ۲۱۶۳)

② عن ابن عمر رضی اللہ عنہما، رواه الطبرانی فی الکبیر بحوالہ مجمع الزوائد (۱۸۴/۲)

یہ روایت المعجم الکبیر للطبرانی میں نہیں ملی اور نہ اس کی پوری سند کسی کتاب سے دستیاب ہو سکی ہے۔ ایوب بن نہیک جمہور  
محدثین کے نزدیک ضعیف و مجروح راوی ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: ”والجواب عن حدیث ابن عمر بأنه

ضعیف فیہ ایوب بن نہیک وهو منکر الحدیث قالہ أبو زرعة وأبو حاتم والأحادیث الصحیحة

لا تعارض بمثلہ“ حدیث ابن عمر کا جواب یہ ہے کہ یہ (بلحاظ سند) ضعیف ہے۔ اس (کی سند) میں ایوب بن

نہیک (راوی) منکر الحدیث (یعنی سخت ضعیف) ہے جیسا کہ ابوزرعہ اور ابو حاتم نے فرمایا ہے، اور صحیح احادیث کو ایسی (مردود) روایت کی بنا پر رد نہیں کیا جاسکتا۔ (فتح الباری ۲/۹۰۹ تحت ح ۹۳۰)

ایوب سے اوپر اور نیچے سند نامعلوم ہے۔ ایسی بے سند روایتوں پر اعتماد کرنا جائز نہیں ہے۔

خلاصۃ التحقیق: یہ روایت باطل اور مردود ہے۔

صحیح بخاری (۱۱۶۶) اور صحیح مسلم (۸۷۵) میں حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی شخص آئے اور امام خطبہ دے رہا ہو تو یہ شخص دور کعتیں پڑھے۔“ اس صحیح حدیث کے خلاف یہ بے سند، ضعیف و مردود روایتیں سرے سے مردود ہیں۔ سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد) جمعہ کے دن، مسجد میں خطبہ کے دوران آ کر دور کعتیں پڑھیں۔ بعض مروانی سپاہیوں نے انہیں منع کرنے کی کوشش کی مگر انہوں نے فرمایا:

”میں ان دور کعتوں کو کس طرح چھوڑ سکتا ہوں جب کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ...“

(جزء رفع الیدین: ۶۲۰ و سندہ حسن، سنن ابی داؤد: ۵۱۶۷ و سنن الترمذی: ۵۱۱۱ و قال: ”حسن صحیح“)

حالت خطبہ میں آپس میں باتیں کرنے کی ممانعت کے لئے دیکھئے صحیح بخاری (۹۳۴) و صحیح مسلم (۸۵۱)

ابن عون رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حسن (بصری رحمہ اللہ) آتے اور امام (جمعہ کا) خطبہ دے رہا ہوتا تھا تو وہ دور کعتیں پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۱۱ ح ۵۱۶۷ و سندہ صحیح) و ما علینا إلا البلاغ (۴ محرم ۱۳۲۷ھ)

سوال: ”میرا نام بلال نیازی ہے میرا تعلق میانوالی سے ہے میں پہلی بار آپ کو خط لکھ رہا ہوں میں نے آپ کے تین رسالے (مارچ، اپریل، مئی ۲۰۰۵) پڑھے ہیں۔ ماشاء اللہ آپ بہت اچھا لکھتے ہیں۔ میں نے ایک قصہ اپنے شہر کی مسجد میں سنا تھا، عبداللہ بن مبارک اور عورت کا جو ہر بات کا جواب قرآنی آیت سے دیتی ہے اللہ کا شکر ہے آپ کی کتاب سے مجھے اس قصے کی حقیقت کا پتا چلا اب ایک بار پھر ایک قصہ سننے کو ملا میں نے کہا: چلو آپ سے معلوم کیا جائے اس بہانے آپ سے رابطہ شروع ہو جائے گا، قصہ یوں ہے کہ ایک شخص ”حضرت جریج“ نامی ایک بار نماز پڑھ رہا تھا ماں نے اسے آواز دی لیکن انہوں نے جواب نہیں دیا بار بار آواز دینے پر جواب نہ آیا تو ماں نے بددعا دی کہ تو بدنامی کا منہ دیکھے کچھ عرصے بعد ایک عورت نے الزام لگایا اس کا ایک بچہ ان سے ہے آپ پریشان ہوئے اور اللہ سے توبہ کی اور بچے کی طرف اشارہ کیا اور پوچھا تو کس کا بچہ ہے کچھ دنوں کے بچے نے ایک آدمی جو چرواہا تھا کی طرف اشارہ کیا یہ میرا باپ ہے۔ اب مجھے یہ معلوم کرنا ہے کہ یہ قصہ سچا ہے یا جھوٹا اسلام کے بعد کا ہے یا قبل کا اور اس کے راویوں کا کیا معاملہ ہے؟

۲: اور ایک بات کہ میرے بچے کے بیٹے نے اپنی بیٹی کا نام ”مشائم“ رکھا ہے وہ کہتا ہے حضرت یوسف علیہ السلام کی دو بیٹیاں تھیں ایک (کا) نام مشائم اور ایک (کانام) عمرائم تھا، آپ سے یہ پوچھنا ہے کیا واقعی ان کی دو بیٹیاں تھیں اور کیا یہ نام عربی کے ہیں یا عبرانی کے کیونکہ مجھے کسی نے کہا ہے کہ ان کے دو بیٹے تھے۔“ (بلال نیازی میانوالی)

## جرتج راہب کا قصہ

الجواب (۱): بنی اسرائیل کے راہب جرتج اور ان کی ماں والا قصہ صحیح سند سے ثابت ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: جرتج اپنی کوشٹری نما عبادت خانے میں عبادت کر رہے تھے کہ اُن کی والدہ تشریف لائیں۔ حمید (بن ہلال، راوی حدیث) نے کہا کہ ابو رافع (راوی حدیث) نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جرتج کی والدہ کی حالت بیان کی کہ کس طرح اُس نے اپنی پلکوں پر تھیلی رکھ کر، پھر سر اٹھا کر اپنے بچے کو آواز دی تھی۔ اس نے کہا: اے جرتج! میں تیری ماں ہوں، مجھ سے بات کر۔ جرتج نماز پڑھ رہے تھے۔ جرتج نے (اپنے دل میں) کہا: اے میرے اللہ! ایک طرف میری ماں ہے اور دوسری طرف میری نماز ہے!

پس جرتج نے نماز پڑھنی جاری رکھی تو ان کی والدہ واپس لوٹ گئیں۔ پھر وہ دوسری دفعہ آئیں اور کہا: اے جرتج! میں تیری ماں ہوں مجھ سے بات کر۔ جرتج نے کہا: اے میرے اللہ! ایک طرف میری ماں ہے اور دوسری طرف میری نماز ہے! پھر وہ نماز پڑھتے رہے تو ان کی ماں نے کہا: اے میرے اللہ! یہ جرتج میرا بیٹا ہے، میں اس سے بات کرتی ہوں مگر یہ مجھ سے بات نہیں کرنا چاہتا۔ اے اللہ! اس کو اس کے مرنے سے پہلے بدکار عورتوں کا چہرہ دکھا دے۔ (راوی نے) کہا: اگر وہ جرتج کے فتنے میں مبتلا ہونے کی دعا کرتیں تو وہ فتنے میں مبتلا ہو جاتے۔ فرمایا کہ: بھیڑوں کا ایک چرواہا، جرتج کے عبادت خانے کے قریب رہتا تھا، اُس نے (ایک دن) اس گاؤں کی ایک عورت کے ساتھ زنا کر لیا جس سے اسے حمل ہو گیا۔ پھر جب اس کا بچہ پیدا ہوا تو لوگوں نے پوچھا: یہ کس کا بچہ ہے؟ اُس عورت نے کہا: اس عبادت خانے والے (جرتج) کا بچہ ہے۔

لوگ کدالیں اور پھاوڑے لے آئے اور جرتج کو آواز دی۔ وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ جرتج نے لوگوں سے کوئی بات نہیں کی تو لوگ اس کے عبادت خانے کو گرانے لگے۔ جب جرتج نے یہ معاملہ دیکھا تو اتر کر لوگوں سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا: اس عورت سے پوچھو۔

جرتج مسکرائے پھر اس عورت کے (دو تین دن کے) چھوٹے بچے کے سر پر ہاتھ پھیرا اور پوچھا: تیرا باپ کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ: بھیڑوں کا چرواہا ہے۔ جب لوگوں نے (باتیں نہ کر سکنے والے بچے سے) یہ سُن لیا تو (جرتج سے) کہا: ہم آپ کے لئے سونے چاندی کا عبادت خانہ بنا دیتے ہیں۔ انہوں نے کہا: نہیں، جس طرح پہلے یہ مٹی کا تھا اسی طرح بنا دو۔ پھر وہ اپنے عبادت خانے پر چڑھ گئے۔

(صحیح بخاری: ۳۴۳۶ صحیح مسلم: ۲۵۵۰ وترِ قیوم دار السلام: ۶۵۰۸ واللفظ لہ)

یہ قصہ بالکل سچا ہے اور زمانہ اسلام سے پہلے، بنی اسرائیل کے دور کا ہے، اس کے سارے راوی اعلیٰ درجے کے ثقہ اور قابل اعتماد ہیں۔

۲: سیدنا یوسف علیہ السلام کے دو بیٹوں (۱) افرایم اور (۲) نشا کا ذکر بغیر کسی سند کے تاریخ ابن جریر الطبری (ج ۱ ص ۳۶۲) میں موجود ہے۔  
عمرانیم اور مشائم (بیٹیوں) کے نام مجھے کہیں نہیں ملے اور نہ سیدنا یوسف علیہ السلام کی دو بیٹیوں کا کہیں ثبوت ملا ہے۔  
لہذا اس سلسلے میں دلیل نہ ہونے کی وجہ سے مکمل سکوت میں ہی فائدہ ہے۔

(۱۹ صفر ۱۴۲۷ھ)

### دھوپ اور چھاؤں میں بیٹھنا

سوال: ”ایک روایت میں آیا ہے کہ:

”حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: تم میں سے جب کوئی شخص سایہ میں بیٹھا ہو پھر وہ سایہ جاتا رہے (یعنی اس پر دھوپ آجائے) اور اس کے جسم کا کچھ حصہ دھوپ میں اور کچھ سائے میں ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ (وہاں سے) اٹھ کھڑا ہو (اور بالکل سایہ میں جا بیٹھے یا بالکل دھوپ میں) [ابوداؤد اور شرح السنہ میں یہ الفاظ ہیں کہ تم میں سے جو شخص سایہ میں بیٹھا ہو پھر وہ سایہ جاتا رہا تو وہاں سے اٹھ کھڑا ہو اس لئے کہ کچھ سایہ میں اور کچھ دھوپ میں بیٹھنا شیطان کا کام ہے۔“ (مشکوٰۃ المصابیح جلد دوم ص ۲۵۷ ح ۲۵، ۲۶، ۲۷)

محترم! دھوپ اور سایہ میں نماز کے متعلق قرآن و سنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔۔۔۔

اس کے متعلق مفصل وضاحت کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔“

(کلیم عبدالرحمن ندیم، احمد داود خان محلہ رسول پورہ سمندری فیصل آباد)

الجواب: مشکوٰۃ والی روایت سنن ابی داؤد (کتاب الادب، باب ۱۵ ح ۴۸۲۱) مسند الحمیدی (تحقیقی: ۱۱۴۵) اور اسنن الکبریٰ للبیہقی (۳/۲۳۶، ۲۳۷) میں محمد بن المنکدر قال: حدثني من سمع ابا هريرة قال: ”کی سند سے موجود ہے۔ اس میں حدیث کا فاعل ”من سمع“ مجہول ہے۔ لہذا یہ سند ضعیف ہے۔

منذری نے کہا: ”وتابعیه مجهول“ اور اس کا (راوی) تابعی مجہول ہے۔ (الترغیب والترہیب ۵۹/۴)

تنبیہ: اس مجہول تابعی کا ذکر مسند احمد (۲/۳۸۳ ح ۸۹۷۶) وغیرہ سے گر گیا ہے۔

شرح السنہ للبیہقی (۳۰۱/۱۲ ح ۳۳۳۵) والی روایت موقوف اور منقطع ہے۔ اور اس میں محمد بن المنکدر اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کے درمیان اس حدیث میں مجہول واسطہ گر گیا ہے۔

شرح السنہ والی روایت مصنف عبدالرزاق میں بھی موجود ہے (ج ۱۱ ص ۲۳، ۲۴ ح ۲۷۹۹ (۱۹۷۹))

صاحب مصنف: عبدالرزاق الصنعانی رحمہ اللہ لس تھے لہذا جب تک ان کی بیان کردہ سند میں ان کے سماع کی تصریح نہ ہو اس سے استدلال جائز نہیں ہے۔ امام عبدالرزاق کی تدلیس کے لئے دیکھئے کتاب الضعفاء للعقلمی (ج ۳ ص ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰

عبدالرزاق نے ضعیف سند کے ساتھ محمد بن المنکدر سے نقل کیا ہے کہ وہ دھوپ اور چھاؤں میں بیٹھنا جائز سمجھتے تھے۔

(ح ۱۹۸۰۱ عن اسماعیل بن ابراہیم بن ابان؟)

امام عبدالرزاق نے ”عن معمر عن قتادة“ کی سند سے نقل کیا ہے کہ قتادہ (تابعی) دھوپ اور چھاؤں میں بیٹھنا مکروہ سمجھتے تھے۔ (ح ۱۹۸۰۰) اس کی سند تالیس عبدالرزاق کی وجہ سے ضعیف ہے۔

مجمول تابعی والی مرفوع روایت کے دو شاہدوں کی تحقیق درج ذیل ہے:

۱: قتادة عن كثير (بن أبي كثير البصري) عن أبي عياض (عمرو بن الأسود العنسي) عن

رجل من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم إلخ (مسند احمد ۳/۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵ ح ۱۵۲۲۱)

اس میں قتادہ راوی مدلس ہے اور روایت عن سے ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے ابو بکر الشافعی کی ”حدیث“ (قلمی ۲/۴) سے نقل کیا ہے کہ اسے شعبہ نے قتادہ سے بیان کیا ہے۔ (السلسلة الصحيح ۸۳۸)

شیخ صاحب نے شعبہ تک سند بیان نہیں کی لہذا یہ حوالہ بھی مردود ہے۔ اس کے برعکس مسد بن مسرہ نے یحییٰ (بن سعید القطان) عن شعبہ کی سند سے اس روایت کو مرسل بیان کیا ہے۔ دیکھئے اتحاف المحررۃ (۱۶۲ ص ۶۳ ح ۲۱۲۱۵)

معلوم ہوا کہ متصل سند میں تالیس کی وجہ سے گڑبڑ ہے۔ تالیس والی یہی روایت مستدرک الحاکم (۲۷۱/۴ ح ۷۱۰) میں ”عن أبي هريرة“ کی سند سے موجود ہے۔ اسے حاکم اور ذہبی دونوں نے صحیح کہا ہے لیکن اس کی سند قتادہ کی تالیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔ [قتادہ کی ایک مرسل روایت کے لئے دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ ۸/۴۹۱ ح ۲۵۹۴۹]

۲: ”أبو المنيب عن ابن بريدة عن أبيه أن النبي صلى الله عليه وسلم نهى أن يقعد بين الظل والشمس“

بریدہ (بن الحصیب رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دھوپ اور چھاؤں میں بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔

(ابن ماجہ: ۳۷۲۲، ابن ابی شیبہ فی المصنف ۸/۴۹۱ ح ۲۵۹۵۳، المستدرک ۲۷۱/۴ ح ۷۱۰)

اس کی سند حسن ہے۔ (تسہیل الحاجہ، قلمی ص ۲۶۱) اسے بوسری نے حسن قرار دیا ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ”مجلس الشيطان“ یا ”مقعد الشيطان“ کے الفاظ کے بغیر یہ روایت حسن ہے لہذا سنن ابی داؤد والی روایت بھی اس سے حسن بن جاتی ہے۔

عکرمہ تابعی فرماتے ہیں کہ جو شخص دھوپ اور چھاؤں میں بیٹھتا ہے تو ایسا بیٹھنا شیطان کا بیٹھنا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۸/۴۹۱ ح ۲۵۹۵۳ و سندہ صحیح) عبید بن عمیر (تابعی) نے فرمایا: دھوپ اور چھاؤں میں بیٹھنا شیطان کا بیٹھنا ہے۔

(ابن ابی شیبہ: ۲۵۹۵۳ و سندہ صحیح)

لہذا ایسے بیٹھنے سے اجتناب کرنا چاہئے۔ وما علينا إلا البلاغ

(۱۹ صفر ۱۲۷ھ)

## کیا اللہ تعالیٰ ہر جگہ بذاتہ موجود ہے؟

سوال: ”سورۃ الحدید کی پوتھی آیت کی روشنی میں یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے۔ کیا صحیح ہے؟ اگر صحیح نہیں تو اس کی کیا دلیل ہے۔“ (عبدالمتین، ماڈل ٹاؤن، لاہور)

الجواب: ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلٰى الْعَرْشِ ط يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ط وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ط وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيْرٌ﴾

”وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر عرش (بریں) پر متمکن ہو گیا۔ وہ اسے بھی جانتا ہے جو کچھ زمین میں داخل ہوتا ہے اور (اسے بھی جانتا ہے) جو کچھ اس میں سے نکلتا ہے اور جو کچھ آسمان سے اترتا ہے اور جو کچھ اس میں چڑھتا ہے، اور وہ تمہارے ساتھ ہے خواہ تم کہیں بھی ہو۔ اور جو کچھ بھی تم کیا کرتے ہو اسے وہ دیکھتا ہوتا ہے۔“ (سورۃ الحدید: ۴، الکتاب/ڈاکٹر محمد عثمان ص ۳۲۴)

اس آیت کریمہ میں ﴿ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ط ﴾ کی تشریح میں قدیم مفسر قرآن، امام محمد بن جریر بن یزید الطبری رحمہ اللہ (متوفی ۳۱۰ھ) فرماتے ہیں کہ: ”وہو شاہد علیکم ایہا الناس انیما کنتم یعلمکم ویعلم أعمالکم ومتقلبکم ومثواکم وهو علی عرشہ فوق سمواتہ السبع“ ”اور اے لوگو! وہ (اللہ) تم پر گواہ ہے، تم جہاں بھی ہو وہ تمہیں جانتا ہے، وہ تمہارے اعمال، پھر نارا اور ٹھکانا جانتا ہے اور وہ اپنے سات آسمانوں سے اوپر اپنے عرش پر ہے۔ (تفسیر طبری ج ۲ ص ۱۲۵)

اسی مفہوم کی ایک آیت کریمہ کے بارے میں مفسر ضحاک بن مزاحم الہلالی الخراسانی رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۶ھ) فرماتے ہیں کہ: ”ہو فوق العرش وعلمہ معہم انیما کانوا“ ”وہ عرش پر ہے اور اس کا علم ان (لوگوں) کے ساتھ ہے چاہے وہ جہاں کہیں بھی ہوں۔ (تفسیر طبری ج ۲۸ ص ۱۰۱ وسندہ حسن)

امام مقرئ محقق محدث اثری ابو عمر احمد بن محمد بن عبداللہ الطنٹنی الاندلسی رحمہ اللہ (متوفی ۳۲۹ھ) فرماتے ہیں کہ: ”اہل سنت مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ ﴿ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ط ﴾ (الحدید: ۴) وغیرہ آیات کا مطلب یہ ہے کہ ”أن ذلك علمه وأن الله فوق السموات بذاته، مستوی علی عرشہ کیف شاء“ ”بے شک اس سے اللہ کا علم مراد ہے، اللہ اپنی ذات کے لحاظ سے آسمانوں پر، عرش پر مستوی ہے جیسے وہ چاہتا ہے۔“

(شرح حدیث النزول لابن تیمیہ ص ۱۴۴، ۱۴۵)

اس اجماع سے معلوم ہوا کہ بعض الناس کا اس آیت کریمہ سے یہ مسئلہ تراشنا کہ ”اللہ اپنی ذات کے ساتھ ہر جگہ موجود ہے۔“ غلط اور باطل ہے اور اجماع کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

مسئولہ آیت کریمہ میں ”يَعْلَمُ“ کا لفظ بھی صاف طور پر اسی پر دلالت کرتا ہے کہ یہاں معیت سے علم و قدرت مراد ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے ہمارے استاد محترم شیخ بدیع الدین الراشدی رحمہ اللہ کی کتاب ”توحید خالص“ (ص ۲۷۷) حارث بن اسد الحاسبی رحمہ اللہ (متوفی ۲۴۳ھ) فرماتے ہیں کہ: ”و كذلك لا يجوز -- الخ اور اسی طرح یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ -- اللہ زمین پر ہے۔ (فہم القرآن ومعانیہ، القسم الرابع، باب ما لا يجوز فيه النسخ) حافظ ابن الجوزی فرماتے ہیں کہ: ”(جمہیہ کے فرقے) ملتزمہ نے باری تعالیٰ کو ہر جگہ (موجود) قرار دیا ہے۔“

(تلمیس ایلین ص ۳۰، راقم الحروف کی کتاب: بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم ص ۱۹)

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ”اور یوں کہنا جائز نہیں کہ وہ (اللہ) ہر مکان میں ہے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ وہ آسمان میں عرش پر ہے۔“ (غنیۃ الطالبین ج ۱ ص ۱۰۰) [نیز دیکھئے الحدیث: ۱۰ ص ۴۳-۴۶]

حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں

سوال: ”کچھ حدیثیں ارسال کر رہا ہوں۔ مہربانی فرما کر اسماء رجال کی نظر میں (تحقیق کریں کہ) یہ روایات کیسی ہیں؟

نمبر ①: حضرت اُمّ فضل فرماتی ہیں ایک روز میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں برس رہی تھیں۔ میں نے پوچھا: میرے ماں باپ قربان آپ کیوں گریہ فرما رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میرے پاس جبرائیل آئے اور مجھے بتایا کہ میری اُمّت میرے اس بیٹے کو قتل کرے گی۔ جبرائیل اس جگہ کی سُرُخ مٹی بھی میرے پاس لائے جہاں اسے قتل کیا جائے گا۔ مشکوٰۃ بہتہ فی دلائل النبوت۔

نمبر ②: حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں جو حسین سے محبت کرے اللہ اس سے محبت کرے۔ حسین میری نسلوں میں سے ایک نسل ہے۔ مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۱۵۹، (فضل حسین۔ قلعہ دیدار سنگھ)

الجواب:

① ام الفضل بن الحارث رضی اللہ عنہا سے منسوب روایت دلائل النبوة للبیہقی (۴۶۹/۶) میں بحوالہ محمد بن مصعب: حدیثنا الاوزاعی عن شداد بن عبد اللہ کی سند سے مذکور ہے۔ اس کی سند محمد بن مصعب کی وجہ سے ضعیف ہے۔

(اضواء المصائب فی تحقیق مشکوٰۃ المصابیح: ۶۱۷۱)

محمد بن مصعب بن صدقہ القرظی نے جبرہ و محمد شین نے جرح کر رکھی ہے۔

امام احمد بن حنبل نے فرمایا: محمد بن مصعب القرظی کی اوزاعی سے حدیث مقارب (یعنی صحت و تحسین کے قریب) ہوتی ہے۔ (مسائل ابی داؤد: ۳۲۸ بحوالہ موسوعۃ اقوال الامام احمد ۳/۳۱۸، ۳۱۷، تاریخ بغداد ج ۳ ص ۲۷۷ و سند صحیح)

اس کے مقابلے میں ابوزرعہ الرازی نے کہا: ”محمد بن مصعب یخطئ کثیراً عن الأوزاعی وغیرہ“ محمد بن مصعب اوزاعی وغیرہ سے بہت غلطیاں کرتا ہے (کتاب الضعفاء لابن زرعہ الرازی ج ۲ ص ۴۰۰)

حافظ ابن حبان نے محمد بن مصعب کی اوزاعی سے ایک روایت کو ”باطل“ کہا (کتاب المجر و جین ۲/۲۹۴) ابو احمد الحاکم نے کہا: ”زوی عن الأوزاعي أحاديث منكروة“ اس نے اوزاعی سے منکر حدیثیں بیان کی ہیں۔ (تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۴۶۱، ولعلہ فی کتاب الکنیٰ لأبی احمد الحاکم) معلوم ہوا کہ قول راجح میں محمد بن مصعب کی اوزاعی سے بھی روایت ضعیف ہی ہوتی ہے، اُسے ”مقارب“ کہنا صحیح نہیں ہے۔

② یہ روایت ”حسین منی و أنا من حسین أحب الله من أحب حسیناً، حسین بسبط من الأسباط“ کے متن کے ساتھ عبد اللہ بن عثمان بن خثیم عن سعید بن ابی راشد عن یعلیٰ العامری کی سند سے درج ذیل کتابوں میں موجود ہے۔

مسند الامام احمد (۱۷۲/۴) و فضائل الصحابة للامام احمد (ح ۱۳۶۱) مصنف ابن ابی شیبہ (۱۰۲/۱۲)، ۱۰۳/۱۸۶ ج ۳ المستدرک للحاکم (۳/۳۱۷)، ۱۷۷/۳ ح ۴۸۲۰ وقال: هذا حديث صحيح الاسناد وقال الذهبي: صحيح ابن حبان (الاحسان: ۶۹۳۲، دوسرا نسخہ: ۶۹۷۱) المعجم الکبیر للطبرانی (۳۳۳/۳ ج ۲۵۸۹، ۲۷۲/۲۲، ۷۰۲ ح ۷۰۲ سنن ابن ماجہ (۱۴۴) سنن الترمذی (۳۷۷/۵) وقال: ”هذا حديث حسن“ اس حدیث کی سند حسن ہے۔ اسے ابن حبان، حاکم اور ذہبی نے صحیح اور ترمذی نے حسن قرار دیا ہے۔ بصوری نے کہا: ”هذا إسناده حسن، رجاله ثقات“

اس کا راوی سعید بن ابی راشد: صدوق ہے۔ حافظ ذہبی نے کہا: صدوق (الکاشف ۱/۲۸۵ ت ۱۹۰۰) اسے ابن حبان، ترمذی اور حاکم نے ثقہ و صدوق قرار دیا ہے۔ بعض الناس کا یہ کہنا کہ ”اس کی توثیق صرف ابن حبان نے کی ہے“ باطل ہے۔

شیخ البانی رحمہ اللہ نے غلط فہمی کی بنیاد پر سعید بن ابی راشد پر جرح کرنے کے باوجود اس حدیث کو شواہد کی وجہ سے حسن قرار دیا ہے اور اسے اپنی مشہور کتاب السلسلۃ الصحیحہ میں داخل کیا ہے دیکھئے (ج ۳ ص ۲۲۹ ح ۱۲۲۷) خلاصۃ التحقیق: یہ روایت حسن لذاتہ اور صحیح لغیرہ ہے۔ والحمد للہ (۲۰ ص ۱۴۲ھ)

ابومعاذ

سنت (احادیث) پر عمل اور جنت

شذرات الذہب

سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”من أكل طيباً وعمل في سنة

وأمن الناس بوائقه دخل الجنة“ جو شخص پاک (حلال) کھائے، سنت پر عمل کرے اور لوگوں کو اپنے شر

سے محفوظ رکھے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (سنن الترمذی: ۲۵۲۰، سندہ حسن، صحیح الحاکم ۴/۱۰۴ والذہبی)

تنبیہ: ابوبشر راوی کی توثیق حاکم اور ذہبی نے کر دی ہے لہذا اُسے مجہول قرار دینا غلط ہے۔ ایسے موثق راوی کی

حدیث حسن کے درجے سے نہیں گرتی۔ والحمد للہ



ابوالاسجد محمد صدیق رضا

## ترک رفع یدین اور ”تفسیر“ ابن عباس

[ایک دیوبندی شخص نے محترم ابوالاسجد محمد صدیق رضا حفظہ اللہ کو رفع یدین کے سلسلے میں ایک خط لکھا تھا جس کا انہوں نے مسکت جواب دیا۔ ویسے تو جس شخص نے یہ خط لکھا تھا، اس کی علمی حیثیت کچھ نہیں البتہ یہ دلائل آل تقلید کے اکابر بھی ”رفع الیدین عند المکوع والرفع منہ“ کے خلاف پیش کرتے رہتے ہیں۔ تقریباً ہر مقام پر ہر دلیل کے جواب سے پہلے جناب محمد صدیق رضا صاحب نے اس کی نشاندہی کی ہے۔ افادہ عام کے لئے ہم اس جواب کو معمولی تبدیلی کے ساتھ فاضل مجیب کی رضامندی سے ”الحدیث“ میں شائع کر رہے ہیں۔ / حافظ ندیم ظہیر]

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين وعلى آله واصحابه اجمعين، أما بعد:  
(جناب.....) صاحب! آپ کی طرف سے ”رفع یدین“ کے مسئلے پر ایک عدد چھوٹی پرچی اور ایک چار ورقی تحریر، بھائی انور قاسم صاحب و عبدالحق نے عنایت فرمائی اور اس کے جواب کا مطالبہ کیا کہ اس کا جواب لکھو۔

اس موضوع پر اب تک اتنا کچھ لکھا جا چکا ہے کہ اس پر مزید لکھنے کی کوئی خاص ضرورت محسوس نہیں ہوتی، لیکن ابھی اس بات کو بمشکل چند دن ہی گزرے کہ خود جناب کی طرف سے انتہائی شدت کے ساتھ جواب کا مطالبہ شروع ہو گیا، اور آپ کے انداز سے تو یوں لگتا تھا کہ گویا آپ نے اپنی اس چار ورقی تحریر + چھوٹی پرچی میں بہت بڑا میدان مار لیا ہے جو جناب سے پہلے کسی کے لئے ممکن نہ ہوا تھا، پھر آپ کا یہ جارحانہ انداز کہ ”جواب سے سکوت کر کے گونگا شیطان بننے کی اجازت نہیں“ (آپ کی تحریر ص ۳)

پس بادل نخواستہ کچھ معروضات عرض کرنے پر آمادہ ہوا، اس سلسلے میں پہلے آپ کی چار ورقی تحریر سے متعلق کچھ معروضات عرض کرنا چاہوں گا پھر ان شاء اللہ آپ کی چھوٹی سی پرچی کے ساتھ بھی پورا پورا انصاف کیا جائے گا، تو آئیے آپ کی قدرے تفصیلی تحریر پر غور و فکر کرتے ہیں۔ آپ کی پہلی دلیل ایک تفسیری روایت ہے، جو آپ نے کچھ اس طرح نقل فرمائی ہے۔

”قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: ﴿الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خِشْعُونَ﴾“ (المؤمنون: ۳)

(چند سطور بعد)..... اللہ تبارک و تعالیٰ کی آیت کا معنی امام المفسرین حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ کیا ہے۔: مخبتون متواضعون لا يلتفتون يميناً ولا شمالاً ولا يرفعون أيديهم في صلاتهم (تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ ص ۳۵۹) خشوع کے لئے ضروری ہے کہ رفع یدین بھی نماز میں نہ کرے۔“ (آپ کی تحریر ص ۱)

..... صاحب! کم از کم عبارت کا ترجمہ تو لکھ دیتے، غالباً جناب نے یہ دلیل (دیوبندیوں کی کتاب) آٹھ مسائل (ص ۱۹) سے نقل کی ہے وہاں صرف اتنا ہی لکھا ہوا ہے جتنا جناب نے نقل کیا، ترجمہ تو وہاں بھی نہیں۔

ابن اوکاڑوی دیوبندی نے بھی مجموعہ رسائل (جدید ایڈیشن ج ۱ ص ۱۵۰ مطبوعہ لاہور) میں یہ قول اس طرح نقل کیا: ”قال ابن عباس بالذین لا يعرفون ایدہم فی صلاتہم“ لیکن آپ کے نقل کردہ الفاظ اس سے کچھ مختلف ہیں البتہ حبیب اللہ ڈیوبندی صاحب اپنی کتاب ”نور الصباح“ (ص ۲ طبع دوم) میں بالکل انہی الفاظ میں یہ روایت لائے ہیں۔ انہی کا ترجمہ نقل کئے دیتا ہوں، لکھا ہے ”عاجزی وانکساری کرنے والے جو دائیں اور بائیں نہیں دیکھتے اور نہ نماز میں رفع یدین کرتے ہیں“ (نور الصباح ص ۷۲) مسئلہ زیر بحث میں یہ عبارت اہم ہے سو اسی لئے آپ کی (اپنی تسلیم کردہ) معتبر شخصیت کا ترجمہ ضروری تھا۔

آمد م برسر مطلب!..... صاحب زحمت فرما کر یہ تفسیر اصل ماخذ سے ملاحظہ کیجئے تو اس کے شروع میں اس تفسیر کی سند نظر آئے گی کچھ اس طرح ہے کہ اس کی سند میں تین راوی پائے جاتے ہیں... محمد بن مروان السدی عن محمد بن السائب الکلی عن ابی صالح عن ابن عباس رضی اللہ عنہ۔ طویل سند میں یہ تینوں نام ایک ہی سلسلہ میں نظر آئیں گے۔

(تنویر المقتباس تفسیر ابن عباس ص ۲ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

یہ وہ سلسلہ ہے جسے اہل علم ”سلسلۃ الکذب“ (یعنی جھوٹ کا سلسلہ) کے نام سے جانتے ہیں، اس کا پہلا راوی۔  
: محمد بن مروان السدی الکونی ہے، السدی الصغیر یا السدی الاصرغ کے لقب سے معروف ہے۔ حافظ ذہبی اس کے احوال میں لکھتے ہیں: ”ترکوه واتهمہ بعضهم بالکذب، وهو صاحب الکلی“ اسے (محدثین نے) ترک کر دیا تھا اور بعض نے اسے جھوٹ کے ساتھ متہم کیا، یہ الکلی کا شاگرد تھا۔ (میزان الاعتدال ص ۳۲۲)  
۱۔ دیوبندی حلقہ کے نزدیک موجودہ دور کے ”امام اہلسنت“ سرفراز خان صفدر صاحب لکھتے ہیں:  
”اور محمد بن مروان السدی الصغیر کا حال بھی سن لیجئے:

امام بخاری فرماتے ہیں کہ اس کی روایت ہرگز نہیں لکھی جاسکتی (ضعفاء صغیر امام بخاری ص ۲۹)  
اور امام نسائی فرماتے ہیں کہ وہ متروک الحدیث ہے۔ (ضعفاء امام نسائی ص ۵۲) علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ حضرات محدثین کرام نے اس کو ترک کر دیا ہے اور بعض نے اس پر جھوٹ بولنے کا الزام بھی لگایا ہے۔ امام ابن معین کہتے ہیں کہ وہ ثقہ نہیں ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو چھوڑ دیا تھا۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ جھوٹ اس کی روایت پر بالکل بین ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۱۳۲) امام بیہقی فرماتے ہیں کہ وہ متروک ہے (کتاب الاسماء والصفات ص ۳۹۲) حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ وہ بالکل متروک ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۱۵۱) علامہ سبکی لکھتے ہیں کہ وہ ضعیف ہے (شفاء السقام ص ۳۷) علامہ محمد طاہر لکھتے ہیں کہ وہ کذاب ہے (تذکرہ الموضوعات ص ۹۰)  
جریر بن عبد الحمید فرماتے ہیں کہ وہ کذاب ہے، ابن نمیر کہتے ہیں کہ وہ محض بیج ہے۔ یعقوب بن سفیان کہتے ہیں کہ وہ ضعیف ہے۔ صالح بن محمد فرماتے ہیں کہ وہ ضعیف تھا ”وکان یضع“ (خود جعلی حدیثیں بنایا کرتا تھا) ابو حاتم کہتے ہیں کہ وہ متروک الحدیث ہے اس کی حدیث ہرگز نہیں لکھی جاسکتی۔ (ازالۃ الریب ص ۳۱۶)  
۲۔ یہی موصوف ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

”صوفی صاحب نے اپنے بڑوں کی پیروی کرتے ہوئے روایت تو خوب پیش کی ہے مگر ان کو سود مند نہیں کیونکہ ”سُدی“ فن روایت میں ”پیچ“ ہے۔ امام ابن معین فرماتے ہیں کہ ان کی روایت میں ضعف ہوتا ہے۔ امام جوزجانی فرماتے ہیں ”ہو کذاب شتام“ وہ بہت بڑا جھوٹا اور تیرائی تھا..... امام طبری فرماتے ہیں کہ اس کی روایت سے احتجاج درست نہیں..... اس روایت کی مزید بحث ازالۃ الریب میں دیکھئے۔ ان بے جان اور ضعیف روایتوں سے کوئی مسئلہ ثابت نہیں ہو سکتا“ (تقریح الخواطر فی رد تنویر الخواطر ص ۷۷ تا ۷۸)

۳۔ سرفراز صاحب اپنی ایک اور کتاب میں لکھتے ہیں:

”سُدی کا نام محمد بن مروان ہے..... امام احمد فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو بالکل ترک کر دیا ہے (حیرت ہے کہ امام احمد بن حنبل جیسی نقاد حدیث شخصیت تو اس کی روایت کو ترک کرتی ہے مگر مولوی نعیم الدین صاحب اور ان کی جماعت اس کی روایت سے.....)“ (تقید متین ص ۱۶۸)

۴۔ موصوف اپنی ایک اور کتاب میں لکھتے ہیں:

”سُدی کذاب اور وضاع ہے“ (اتمام البرہان ص ۲۵۵) ”صغیر کا نام محمد بن مروان“ ہے امام جریر بن عبد الحمید فرماتے ہیں کہ وہ کذاب ہے اور صالح بن محمد فرماتے ہیں کہ وہ جعلی حدیثیں بنایا کرتا تھا بقیہ محدثین بھی اس پر سخت جرح کرتے ہیں۔ انصاف سے فرمائیں کہ ایسے کذاب راوی کی روایت سے دینی کونسا مسئلہ ثابت ہوتا ہے یا ہو سکتا ہے؟“ (اتمام البرہان ص ۲۵۸)

سرفراز خان صفدر دیوبندی لکھتے ہیں کہ:

”آپ لوگ سُدی کی ”دُم“ تھامے رکھیں اور یہی آپ کو مبارک ہو۔“ (اتمام البرہان ص ۲۵۷)

سرفراز خان صاحب مزید فرماتے ہیں کہ:

”آپ نے خازن کے حوالے سے ”سُدی کذاب“ کے گھر میں پناہ لی ہے جو آپ کی ”علمی رسوائی“ کے لئے بالکل کافی ہے اور یہ ”داغ“ ہمیشہ آپ کی پیشانی پر چمکتا رہے گا۔“ (اتمام البرہان ص ۲۵۸)

تنبیہ: موجودہ دور میں رفع یدین کے خلاف ”تفسیر ابن عباس“ نامی کتاب سے استدلال کرنے والوں نے بقول

سرفراز خان صفدر صاحب سُدی کی دُم تھام رکھی ہے اور ان لوگوں کی پیشانی پر رسوائی کا یہ داغ ہمیشہ چمک رہا ہے۔

[محمد بن مروان السدی کے بارے میں محدثین کے چند اقوال درج ذیل ہیں:

۱۔ بخاری نے کہا: سکنوا عنہ یہ متروک ہے (التاریخ الکبیر ۲۳۲)

لا یکتب حدیثہ البتہ، اس کی حدیث بالکل لکھی نہیں جاتی (الضعفاء الصغیر: ۳۵۰)

۲۔ یحییٰ بن معین نے کہا: لیس بثقة وہ ثقہ نہیں ہے (الجرح والتعدیل ج ۸ ص ۸۶ و سندہ صحیح)

۳۔ ابو حاتم رازی نے کہا: ہو ذاہب الحدیث، متروک الحدیث، لا یکتب حدیثہ البتہ، وہ حدیث

میں گیا گزرا ہے، متروک ہے، اس کی حدیث بالکل لکھی نہیں جاتی (الجرح والتعدیل ۸۶/۸)

۴۔ نسائی نے کہا: یروی عن الكلبي، متروك الحديث، وہ کلبی سے روایت کرتا ہے، حدیث میں متروک ہے (الضعفاء والمتر وكون: ۵۳۸)

۵۔ یعقوب بن سفیان الفارسی نے کہا: وهو ضعيف غير ثقة (المعرفة والتاريخ ۱۸۶/۳)

۶۔ ابن حبان نے کہا: كان ممن يروي الموضوعات عن الأثبات، لا يحل كتابه حديثه إلا على جهة الإعتبار ولا الإحتجاج به بحال من الأحوال، یہ ثقہ راویوں سے موضوع روایتیں بیان کرتا تھا، پرکھ کے بغیر اس کی روایت لکھنا حلال نہیں ہے۔ کسی حال میں بھی اس سے حجت پکڑنا جائز نہیں ہے (المجرحون ۲۸۶/۲)

۷۔ ابن نمیر نے کہا: كذاب ہے (الضعفاء الکبیر للعقيلي ۱۳۶/۴ وسندہ حسن، یاد رہے کہ الضعفاء الکبیر میں غلطی سے ابن نمیر کے بجائے ابن نصیر چھپ گیا ہے)

۸۔ حافظ ہاشمی نے کہا: وهو متروك (مجمع الزوائد ۹۹/۸) أجمعوا على ضعفه اس کے ضعیف ہونے پر اجماع ہے (مجمع الزوائد ۲۱۴)

۹۔ حافظ ذہبی نے کہا: كوفي متروك متهم (ديوان الضعفاء: ۳۹۶۹)

۱۰۔ حافظ ابن حجر نے کہا: ”متهم بالكذب“ (تقریب التہذیب: ۶۲۸۳) [

دوسرا راوی محمد بن السائب الکلبی ہے۔

اس کے متعلق سرفراز خان صاحب نے لکھا ہے کہ:

”کلبی کا حال بھی سن لیجئے..... کلبی کا نام محمد بن السائب بن بشر ابو النضر الکلبی ہے۔ امام معمر بن سلیمان اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ کوفہ میں دو بڑے بڑے کذاب تھے، ایک ان میں سے کلبی تھا اور لیث بن ابی سلیم کا بیان ہے کہ کوفہ میں دو بڑے بڑے جھوٹے تھے۔ ایک کلبی اور دوسرا سدی۔ امام ابن معین کہتے ہیں کہ لیس بشی، امام بخاری فرماتے ہیں کہ امام یحییٰ اور ابن مہدی نے اس کی روایت بالکل ترک کر دی تھی۔ امام ابن مہدی فرماتے ہیں کہ ابو جزء نے فرمایا: میں اس بات پر گواہی دیتا ہوں کہ کلبی کافر ہے۔ میں نے جب یہ بات یزید بن زریج سے بیان کی تو وہ بھی فرمانے لگے کہ میں نے بھی ان سے یہی سنا کہ ”أشهد أنه كافر“ میں نے اس کے کفر کی وجہ پوچھی تو انہوں نے فرمایا کہ:

”يقول كان جبرائيل يوحى إلى النبي ﷺ فقام النبي لحاجته و جلس علي فأوحى إلى علي“

کلبی کہتا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آنحضرت ﷺ کی طرف وحی لایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کسی حاجت کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کی جگہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے تو جبرئیل علیہ السلام نے ان پر وحی نازل کر دی۔

(یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام آنحضرت ﷺ پر وحی اور مطہ وحی کو نہ پہچان سکے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رسول سمجھ کر ان کو وحی سنا گئے..... اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس بھولے بھالے جبرائیل علیہ السلام نے آگے پیچھے

کیا کیا ٹھوکریں کھائی ہوں گی اور کن کن پر وحی نازل کی ہوگی اور نہ معلوم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی وہ اس خفیہ وحی میں کیا کچھ کہہ گئے ہوں گے، ممکن ہے یہ خلافت بلا فصل ہی کی وحی ہو جس کو حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کان میں پھونک گئے ہوں گے۔ بات ضرور کچھ ہوگی۔ آخر کلبی کا بیان بلاوجہ تو نہیں ہو سکتا، اور کلبی کے اس نظریہ کے تحت ممکن ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام پہلی ہی وحی میں بھول کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا گئے ہوں اور مقصود کوئی اور ہو اور عین ممکن ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی ہوں، آخر کلبی ہی کے کسی بھائی کا یہ نظریہ بھی تو ہے کہ:

جبرائیل کہ آمد چوں از خالق بے چوں بہ پیش محمد شد و مقصود علی بود

معاذ اللہ تعالیٰ، استغفر اللہ تعالیٰ، کلبی نے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور وحی کو ایک ڈراما اور کھیل بنا کر رکھ دیا ہے العیاذ باللہ تعالیٰ ثم العیاذ باللہ تعالیٰ۔ (صنذر)

بلکہ کلبی نے خود یہ کہا ہے کہ جب میں بطریق ابوصالح عن ابن عباس رضی اللہ عنہ کوئی روایت اور حدیث تم سے بیان کروں تو ”فہو کذب“ (وہ جھوٹ ہے) امام ابو حاتم فرماتے ہیں کہ حضرات محدثین کرام سب اس پر متفق ہیں کہ وہ متروک الحدیث ہے۔ اس کی کسی روایت کو پیش کرنا صحیح نہیں ہے۔ امام نسائی کہتے ہیں کہ وہ ثقہ نہیں ہے اور اس کی روایت لکھی بھی نہیں جاسکتی۔ علی بن الجندی، حاکم ابو احمد اور دارقطنی فرماتے ہیں کہ وہ متروک الحدیث ہے۔ جو زبانی کہتے ہیں کہ وہ کذاب اور ساقط ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ اس کی روایت جھوٹ پر جھوٹ بالکل ظاہر ہے اور اس سے احتجاج صحیح نہیں ہے۔ ساجی کہتے ہیں کہ وہ متروک الحدیث ہے اور بہت ہی ضعیف اور کمزور تھا کیونکہ وہ عالمی شیعہ ہے، حافظ ابو عبد اللہ الحاکم کہتے ہیں کہ ابوصالح سے اس نے جھوٹی روایتیں بیان کی ہیں۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

”وقد اتفق ثقات أهل النقل على ذمه وترك الرواية عنه في الأحكام والفروع“

تمام اہل ثقات اس کی مذمت پر متفق ہیں اور اس پر بھی ان کا اتفاق ہے کہ احکام اور فروع میں اس کی کوئی روایت قابل قبول نہیں ہے۔

اور امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ کلبی کی تفسیر اول سے لے کر آخر تک سب جھوٹ ہے اس کو پڑھنا بھی جائز نہیں ہے (تذکرۃ الموضوعات ص ۸۲) اور علامہ محمد طاہر لکھنوی لکھتے ہیں کہ کمزور ترین روایت فن تفسیر میں کلبی عن ابی صالح عن ابن عباس ہے اور فیذا انضمام الیہ محمد بن مروان السدی الصغیر فہی سلسلۃ الکذب۔ (تذکرۃ الموضوعات ص ۸۳ و اتفاق ج ۲ ص ۱۸۹) اور اس روایت میں خیر سے یہ دونوں شیر جمع ہیں۔ “ازالۃ الریب ص ۳۱۶، ۳۱۷) نیز دیکھئے تنقید متین ص ۱۶۷، ۱۶۹۔

[ محمد بن السائب، ابوالنضر الکلبی کے بارے میں محدثین کرام کے چند اقوال درج ذیل ہیں:

۱۔ سلیمان التیمی نے کہا: ”کان بالکوفۃ کذابان أحدهما الکلبی“ کوفہ میں دو کذاب تھے، ان میں سے ایک کلبی ہے (الجرح والتعدیل ۷/۷۲ و سندہ صحیح)

۲۔ قرہ بن خالد نے کہا: ”کانوا یرون ان الکلبی یرزف یعنی یکذب“ لوگ یہ سمجھتے تھے کہ کلبی جھوٹ بولتا

ہے۔ (الجرح والتعديل ۲۷۷/۷۷۷ وسندہ صحیح)

- ۳۔ سفیان ثوری نے کہا: ہمیں کلبی نے بتایا کہ تجھے جو بھی میری سند سے عن ابی صالح عن ابن عباس بیان کیا جائے تو وہ جھوٹ ہے اسے روایت نہ کرنا (الجرح والتعديل ۲۷۷/۷۷۷ وسندہ صحیح)
- ۴۔ یزید بن زریع نے کہا: کلبی سبائی تھا (اکامل لابن عدی ۲۱۲۸/۵ وسندہ صحیح)
- ۵۔ محمد بن مہران نے کہا: کلبی کی تفسیر باطل ہے (الجرح والتعديل ۲۷۷/۷۷۷ وسندہ صحیح)
- ۶۔ جوزجانی نے کہا: کذاب ساقط (احوال الرجال: ۳۷)
- ۷۔ یحییٰ بن معین نے کہا: لیس بشیء، کلبی کچھ چیز نہیں ہے (تاریخ ابن معین، روایۃ الدوری: ۱۳۴۴)
- ۸۔ ابو حاتم الرازی نے کہا: ”الناس مجتمعون علی ترک حدیثہ، لا یشتغل بہ، ہو ذاہب الحدیث“ اس کی حدیث کے متروک ہونے پر لوگوں کا اجماع ہے۔ اس کے ساتھ وقت ضائع نہ کیا جائے وہ حدیث میں گیا گزرا ہے (الجرح والتعديل ۲۷۷/۷۷۷)

- ۹۔ حافظ ابن حجر نے کہا: ”المفسر متہم بالکذب ورمی بالرفض“ (تقریب التہذیب: ۵۹۰۱)
- ۱۰۔ حافظ ذہبی نے کہا: ”تروکوه“ یعنی (محدثین نے) اسے ترک کر دیا ہے (المغنی فی الضعفاء: ۵۵۴۵) [

## تیسرا راوی بازام ابو صالح ہے۔

- ۱۔ ابو حاتم الرازی نے کہا: یکتب حدیثہ ولا یحتج بہ (الجرح والتعديل ۴۳۲/۲)
  - ۲۔ نسائی نے کہا: ضعیف کوفی (الضعفاء والمتر وکین: ۷۲)
  - ۳۔ بخاری نے اسے کتاب الضعفاء میں ذکر کیا (تم: تحفۃ الاقویاء ص ۲۱)
  - ۴۔ حافظ ذہبی نے کہا: ”ضعیف الحدیث“ (دیوان الضعفاء: ۵۴۴)
  - ۵۔ حافظ ابن حجر نے کہا: ”ضعیف یوسل“ (تقریب التہذیب: ۶۳۴)
- بعض علمائے بازام مذکور کی توثیق بھی کر رکھی ہے مگر جمہور محدثین کی جرح کے مقابلے میں یہ توثیق مردود ہے۔ [
- (..... صاحب)! آپ کو شاید معلوم ہوگا کہ، متروک، ساقط، متہم بالکذب، کذاب، یکذب اور یتضح یہ ساری شدید جرحیں ہیں، جن راویوں پر ان الفاظ میں جرح کی گئی ہو ان کی روایت قابل قبول ہوتی ہے نہ حجت، بالخصوص جب ان کی کسی نے توثیق بھی نہ کی ہو۔ آپ کی پیش کردہ تفسیری روایت کے یہ تینوں راوی ایسی ہی جرح کے حامل مجروح راوی ہیں، ان جھوٹوں کی روایات کو، سچے لوگ ماننا تو درکنار پیش کرنا بھی روانہ نہیں جانتے، لیکن آپ نے اسے پیش کر دیا، اب آپ پر لازم ہے کہ پہلے ان کی ثقاہت ثابت کریں اگر ایسا نہ کر سکیں اور ان شاء اللہ ہرگز نہ کر سکیں گے تو اس روایت کے پیش کرنے سے علانیہ رجوع کریں۔ آپ کی پیش کردہ اس روایت کی سند سے متعلق حافظ جلال الدین السیوطی لکھتے ہیں: ”و أوهی طرفه طریق الکلبی عن أبي صالح عن ابن عباس فإن انضم إلى ذلك

روایۃ محمد بن مروان السدی الصغیر فہی سلسلۃ الکذب تمام طرق میں سب سے کمزور ترین طریق ”الکلبی عن ابي صالح عن ابن عباس رضي الله عنه“ ہے اور اگر اس روایت کی سند میں محمد بن مروان السدی الصغیر بھی مل جائے تو پھر یہ سند ”سلسلۃ الکذب“ کہلاتی ہے۔ (الاتقان فی علوم القرآن ج ۲ ص ۴۱۶) واضح رہے کہ یہ سند سلسلۃ الکذب ابوصالح تک ہے ”الصحابۃ کلہم عدول رضي الله عنہم“ صحابہ رضی اللہ عنہم تمام کے تمام عادل ہیں یہ قاعدہ کلیہ ہے، البتہ ان سے روایت کرنے والے بعد کے راویوں کا عادل وثقتہ..... ہونا ضروری ہے یہ بھی ایک قاعدہ کلیہ ہے۔

دوسری بات: اگر یہ روایت سنداً صحیح ہوتی بھی تو آپ کے لئے مفید نہ ہوتی، اس کا ترجمہ ہم نے آپ کے معتبر ”مناظر اسلام“ حبیب اللہ ڈیروی صاحب سے شروع میں نقل کیا ہے، اور آپ نے آٹھ مسائل (ص ۱۹) سے نقل کرتے ہوئے لکھا ”خشوع کے لئے ضروری ہے کہ رفع یدین بھی نماز میں نہ کرے“ (ص ۱) اس میں کسی خاص موقع کے رفع الیدین کی صراحت نہیں، بلکہ یہ عام الفاظ ہیں جس کی زد میں بعض مقام پر خود احناف بھی آتے ہیں، کیا آپ نماز کے شروع میں رفع الیدین نہیں کرتے؟ کیا آپ وتر کی تیسری رکعت میں دعائے قنوت سے پہلے رفع الیدین نہیں کرتے؟ کیا آپ ہر سال عیدین کی نمازوں میں تکبیرات زائدہ کے ساتھ رفع الیدین نہیں کرتے؟؟؟

اگر آپ کرتے ہیں اور یقیناً کرتے ہیں، تو خود آپ اس روایت کے مخالف ہیں۔ آپ ان تین مقامات کے رفع الیدین کو کس طرح بچائیں گے؟ اور اس قول کے عین برخلاف اپنی پڑھی جانے والی نمازوں کو کس طرح خشوع و خضوع والی نماز ثابت کریں گے؟ جبکہ خشوع کے لئے آپ کے نزدیک نماز کا رفع الیدین سے پاک ہونا ضروری ہے یا آپ کے نزدیک ان تینوں مقامات کے وقت رفع الیدین نماز کا حصہ نہیں؟ آپ کے نزدیک جو بھی اصل صورت حال ہے اُس کی وضاحت کریں، کیونکہ اس میں رکوع سے پہلے اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع الیدین سے منع کی صراحت نہیں، کماتر ہی۔ جب اس کی صراحت نہیں تو یہ عام ہوئے، اور جب رکوع سے قبل و بعد کی صراحت نہ ہونے کی وجہ سے عام ہوئے، تو یہ الفاظ آپ کے بھی خلاف ہوئے، اس روایت کے مطابق آپ کی نماز میں بھی خشوع و خضوع کے خلاف ہوئیں فانظر ماذا ترى؟

تیسری بات: آپ نے ہمیں تو صریح الفاظ میں بیان کا حکم دیا جیسا کہ آپ نے لکھا: ”ان سوالوں کا جواب قرآن کریم کی ”صریح“ آیت یا صحیح ”صریح“ غیر متعارض حدیث سے دینا لازم ہے (ص ۴) ”صریح“ کے معنی تو جناب کو معلوم ہوں گے نا؟! واضح، کھلا ہوا، تو جناب نے شرط رکھی کہ آیت ہو تو ”صریح“ حدیث ہو تو صریح۔!

پھر بزعم خود رکوع سے قبل و بعد..... کے رفع الیدین کے خلاف جو پہلی دلیل نقل فرمائی وہ ”غیر صریح“ ہے جس میں سرے سے اس کا ذکر ہی نہیں بلکہ ”لا یرفعون ایدیہم فی الصلاة“ کے عام الفاظ ہیں کہ ”نمازوں میں ہاتھ نہیں اٹھاتے“ کیا اس میں صراحت ہے؟ اگر اصول محض بنانے اور مخالفین کا منہ بند کرانے کے لئے نہیں ہوتے تو

ان عام الفاظ پر خود کیوں عمل نہیں کرتے؟ کیا آپ جس وقت نماز کی ابتدا میں کانوں کی لوتک رفع الیدین کرتے ہیں اس وقت آپ کے خیال سے آپ نماز میں نہیں ہوتے؟ اگر نماز میں ہی ہوتے ہیں تو کیوں رفع الیدین کرتے ہیں؟ آپ کی پیش کردہ جھوٹی روایت میں تو یہ ہے ”لا یرفعون ایدیہم فی الصلاة“ نماز میں رفع الیدین نہیں کرتے۔ پھر آپ شروع نماز میں نیز وتر اور عیدین کی نمازوں میں رفع الیدین کیوں کرتے ہیں؟ الغرض یہ الفاظ عام ہیں آپ کسی طرح بھی اس میں رفع الیدین قبل الروع وبعده کی صراحت ہرگز ثابت نہیں کر سکتے، جب آپ اپنے ہر ہر عمل کو صریح آیت اور صریح حدیث سے ثابت نہیں کر سکتے تو اپنے مخالفین سے کس منہ سے ”صریح“ کا مطالبہ کرتے ہیں؟ جب تک آپ ان الفاظ میں رکوع سے قبل وبعده کی صراحت ثابت نہیں کرتے اپنے اصول کے مطابق آپ یہ دلیل پیش نہیں کر سکتے کہ اس میں صراحت مفقود ہے۔

چوتھی بات: آپ نے سورۃ المؤمنون کی جو آیت کریمہ نقل فرمائی۔ یہ کی سورت ہے جناب محمود الحسن صاحب (دیوبندی) نے ترجمہ قرآن میں لکھا ہے ”سورہ مؤمنون مکہ میں اتری اس سے واضح ہوتا ہے کہ نماز میں خشوع و خضوع کا حکم مکہ ہی میں نازل ہو چکا تھا، اب ذرا اس کی تفصیل بھی ملاحظہ فرمائیے کہ ”رفع الیدین“ پر رسول اللہ ﷺ کا عمل خود آپ کی معتبر شخصیت کی تحریری روشنی میں کب تک رہا، اس سے پہلے صحیح بخاری کی ایک حدیث ملاحظہ کیجئے: ”عن ابي قلابه أنه رأى مالك بن الحويرث إذا صلى كبر ورفع يديه وإذا أراد أن يركع رفع يديه وإذ ارفع رأسه من الركوع رفع يديه وحدث أن رسول الله صلى الله عليه وسلم صنع هكذا“ ابو قلابہ فرماتے ہیں میں نے دیکھا مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ کو جب وہ نماز پڑھتے تو تکبیر کہتے اور رفع الیدین کرتے اور جب رکوع کا ارادہ کرتے تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے (یعنی رفع الیدین کرتے) اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع الیدین کرتے اور انہوں نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی اسی طرح کیا۔ (صحیح البخاری، ج ۱ ص ۱۰۲ باب رفع الیدین اذا کبر واذا رکع واذا رفع، قدیمی کتب خانہ) [یہ حدیث صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۶۸ ح ۳۹۱ میں بھی ’کان يفعل هكذا‘ آپ اسی طرح کرتے تھے، کے الفاظ کے ساتھ موجود ہے]

اب ذرا اپنی معتبر شخصیت جناب سرفراز خان صفدر صاحب کی سنیں، وہ کیا فرماتے ہیں: ”حافظ ابن حجر فتح الباری ج ۲ ص ۲۵۰ میں لکھتے ہیں: مالک بن الحویرث قدم المدينة حين التجهيز للتبوك فأقامه عنده عشرين ليلة، اتبلى اور غزوہ تبوک ۹ھ میں ہوا تھا، اُس وقت آنحضرت ﷺ کی عمر مبارک تقریباً ساٹھ (۶۲) سال تھی۔“ (خزائن السنن حصہ دوم ج ۱ ص ۱۱۴، مطبوعہ مکتبہ صفدریہ گوجرانوالہ)

اس حوالے سے واضح ہوتا ہے کہ (سرفراز خان صفدر کے نزدیک بھی) سیدنا مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے تقریباً آخری زمانہ میں آپ ﷺ کو دیکھا اور بیس (۲۰) راتیں آپ ﷺ کے ہاں مدینہ میں قیام فرمایا اس دوران میں انہوں نے آپ ﷺ کو اختتام نماز میں اور رکوع سے قبل وبعده رفع الیدین کرتے ہوئے دیکھا، مطلب بالکل واضح ہے کہ ان کی اس حدیث کے مطابق رسول اللہ ﷺ تقریباً (۶۲) سال کی عمر مبارک تک رفع الیدین پر عمل پیرا



رہے، آپ ﷺ (۲۰) سال کی عمر میں نبوت سے سرفراز ہوئے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ نبوت ملنے کے بعد بائیس (۲۲) سال تک آپ ﷺ نماز میں رفع الیدین کرتے رہے، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد بھی۔ خود آپ کے مسلمہ اصول کے مطابق۔ اب آئیے اپنی پیش کردہ تفسیری روایت کی طرف، یہ تفسیر جس آیت کے تحت بیان کی گئی ہے وہ کی سورت کی آیت ہے جس میں خشوع و خضوع کا حکم ہے، اور اس تفسیر کے مطابق نماز میں رفع الیدین کرنا خشوع و خضوع کے منافی ہے، اور رفع الیدین نہ کرنا خشوع و خضوع کے مطابق ہے، آپ کی پیش کردہ اس تفسیر کی روشنی میں تو (حاکم بدہن) رسول اللہ ﷺ اپنی بائیس (۲۲) سال کی عمر مبارک تک بغیر خشوع و خضوع والی نماز پڑھتے رہے۔ (نعوذ باللہ من ہذا الکفر)

اور اگر ہم اس سورت کے زمانہ نزول کو کی زندگی کے آخری حصہ کو بھی مان لیں تب بھی یہ ثابت ہوگا کہ خشوع کے حکم والی ان آیات کے نازل ہو جانے کے نو (۹) سال بعد تک (معاذ اللہ) رسول اکرم ﷺ اس آیت کریمہ کا مفہوم نہ سمجھ پائے اور اس کے برخلاف نماز میں رفع الیدین کرتے رہے (معاذ اللہ) جو اس تفسیر کی روشنی میں خشوع کے خلاف ہے۔

(معاذ اللہ) جیسا کہ آپ نے لکھا ہے کہ ”خشوع کے لئے ضروری ہے کہ رفع الیدین بھی نماز میں نہ کرے۔“ (ص ۱) محترم..... صاحب! اللہ تعالیٰ آپ کا ”اقبال“ بلند فرمائے، اگر آپ تعصب، جانبداری، ضد اور ہٹ دھرمی سے دور رہ کر قلب سلیم کے ساتھ ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں گے تو اپنے علماء کی پیش کردہ نام نہاد تفسیر جو کہ ابوصالح جیسے سخت ضعیف اور السدی الصغیر جیسے کذاب و متروک راوی اور ”الکلمی“ جیسے رافضی و سبائی، کذاب اور دین اسلام کے خطرناک دشمن نے بیان کی ہے۔ آپ ان کی اس چال اور اس روایت کی قباحت و شاعت سے ہرگز انکار نہ کر پائیں گے، ان کذاب لوگوں کی بیان کردہ اس نام نہاد تفسیر کی اس سے بڑھ کر قباحت و شاعت اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس سے اٹھی الناس و انشع الناس، امام المتقین و امام الخاشعین محمد رسول اللہ ﷺ کی نماز (نعوذ باللہ) خشوع و خضوع سے خالی ثابت ہوئی ہے۔ (نعوذ باللہ) کیا کوئی ادنیٰ ایمان والا شخص بھی کبھی اس کا تصور کر سکتا ہے؟

واللہ! آپ ﷺ کی نماز سے زیادہ کسی انسان کی نماز خشوع و خضوع والی نہیں ہو سکتی، اسی لئے تو حکم الہی سے آپ نے اپنی امت کو اس بات کا حکم دیا کہ ”صلوا کما یتمونی اصلی“ نماز اسی طریقہ سے پڑھو جس طریقہ سے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔“ (بخاری: ۶۳۱) اور یہ تو ہمارے اور آپ کے ہاں مسلم ہے کہ نبی کریم ﷺ بغیر وحی کے کسی بات کا حکم نہیں دیتے تھے۔ [فافہم

واضح رہے کہ یہ تمام تر قباحتیں اس صورت میں لازم آتی ہیں جب آپ یہ کہیں جیسا کہ آپ نے (کتاب) آٹھ مسائل (ص ۱۹) سے لفظ بہ لفظ نقل کرتے ہوئے لکھا بھی ہے کہ:

”خشوع کے لئے ضروری ہے کہ رفع الیدین بھی نماز میں نہ کریں۔“ (آپ کی تحریر ص ۱)

ہاں اگر آپ اپنی اس نقل فرمودہ بات سے ”رجوع“ کر لیں تو یہ قباحت لازم نہیں آتی، امید ہے کہ آپ غور فرمائیں گے۔ بصورت دیگر ان تمام باتوں کی اصل حقیقت پیش فرمائیں۔ چلتے چلتے یہ بھی سن لیں کہ رفع الیدین عاجزی و انکساری، خشوع و خضوع اور سکون کے منافی ہرگز ہرگز نہیں بلکہ عین عاجزی و انکساری کا اظہار ہے، اگر آپ تسلیم نہیں کرتے تو

اپنے کار علماء میں سے علامہ عبدالحی حنفی لکھنوی کی منقول عبارت ملاحظہ کیجئے، لکھتے ہیں:

”رفع الیدین عند الإفتتاح وغیرہ، خضوع، و استکانة، و ابتہال و تعظیم لله تعالیٰ، و

اتباع سنة نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم“

رفع الیدین کرنا افتتاح (صلوٰۃ) کے وقت اور اس کے علاوہ خضوع ہے، عاجزی و انکساری ہے، گڑگڑانا ہے

(اللہ کے سامنے) اور اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہے اور اس کے نبی ﷺ کی سنت کی اتباع ہے۔

(التعلیق المجد علی موطا محمد، ج ۱ ص ۳۷۵، حاشیہ ۳، قدیمی کتب خانہ)

محترم..... صاحب! غور کیجئے گا، یہ رفع الیدین رب کے حضور عاجزی و انکساری، خشوع و خضوع کا اظہار صرف

عند الافتتاح ہی نہیں بلکہ ”غیرہ“ اس کے علاوہ دیگر مقام پر بھی ہے جیسے متواتر احادیث کی روشنی میں رکوع سے قبل اور

رکوع سے اٹھنے کے بعد، اب یہ تو عجیب بات ہوئی کہ آپ کے ”علامہ“ و کثیر التصانیف معتبر شخصیت ”رفع الیدین“ کا

شروع نماز کے علاوہ دیگر مقام پر بھی عاجزی و انکساری ہونا نقل فرما کر تسلیم کریں اور آپ اسے خشوع و خضوع کے منافی

قراردیں، اور پھر خود وتر میں روزانہ اور عیدین میں بار بار شروع نماز کے علاوہ بھی اس عمل کو دہرائیں، لیکن تناقض و تضاد

کی عمدہ مثال بن کر اسی عمل کو خشوع و خضوع کے خلاف کہنے کی رٹ بھی لگائے رکھیں، خود گویاں کار نادان نیست؟

پھر آپ تو ماشاء اللہ ایک ”مدہبی مدرسہ“ کے طالب علم ہیں۔!

سوال ①: کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ ”رفع الیدین“ شروع نماز میں اور درمیان وتر میں اور عیدین کی نمازوں کے

درمیان خشوع و خضوع کے خلاف کیوں نہیں اور رکوع سے قبل رکوع سے اٹھنے کے بعد اور تیسری رکعت کے شروع میں

خشوع و خضوع کے خلاف کیوں ہے؟

سوال ②: کیا اپنے اس ”خاص دعویٰ“ کی دلیل خاص قرآن و حدیث کی روشنی میں پیش کر سکتے ہیں؟ یا جواب

نہاں والا معاملہ ہے؟

سوال ③: بقول آپ کے نماز میں شروع کے علاوہ ”حدیث“ میں..... نماز کے اندر رفع الیدین سے روکنا ہے۔

(دیکھئے اپنی تحریر ص ۲ سطر نمبر ۱۳، ۱۴) بس یہ آپ ہی کے الفاظ ہیں بقدر ضرورت ہم نے نقل کر دیئے۔ کیا آپ ثابت کر

سکتے ہیں کہ وتر میں جو آپ ”رفع الیدین“ کرتے ہیں وہ نماز کے اندر نہیں ہے؟

سوال ④: کیا آپ رسول اللہ ﷺ سے نماز وتر میں اس رفع الیدین کا ثبوت پیش کر سکتے ہیں؟

امید ہے کہ میرے یہ سوالات آپ کے جوابات کے ”مستحق“ ٹھہریں گے، اللہ کرے ایسا ہی ہو! آمین۔ چونکہ

اگر ایسا نہ ہو تو آپ اپنے ہی قول کے مطابق ”گو نگے شیطان“ ثابت ہوں گے۔

پانچویں بات: آپ نے لکھا ہے ”خشوع کے لئے ضروری ہے کہ رفع الیدین بھی نماز میں نہ کرے۔“ (ص ۱)

تو یقیناً خشوع بھی ضروری ہے خاص طور پر جب اللہ سبحانہ و تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول ﷺ نے اس کی اہمیت

بیان فرمائی ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ﴾ یقیناً فلاح پائی مومنوں نے، جو اپنی نماز میں خشوع اختیار کرنے والے ہیں۔ (سورۃ المؤمنون: ۲۳۱)

معلوم ہوا کہ فلاح و کامیابی و کامرانی کے لئے خشوع لازمی ٹھہرا بلکہ فلاح کے حصول کی پہلی کڑی ہے۔  
﴿وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ ۖ وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ﴾ اور مدد طلب کرو صبر اور نماز کے ذریعے) بے شک وہ بہت بھاری ہے مگر خشوع کرنے والوں پر (نہیں)۔ (البقرہ: ۲۵)  
اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ خشوع اختیار کرنے والوں کے علاوہ لوگوں پر نماز بھاری ہے، نماز کو پہنچنے کے ساتھ برضا و رغبت ادا کرنے کے لئے خشوع کا اختیار کرنا ضروری ہے، اس سے آپ خشوع کی اہمیت کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ کس قدر ضروری ہے کہ اس کے بغیر اقامتِ صلوٰۃ جو بعد از ایمان اولین فریضہ ہے اس کی ادائیگی بھاری ہے۔  
سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خمس صلوات افترضهن الله عز وجل، من أحسن وضوئهن وصلاتهن لوقتھن وأتم ركوعهن وخشوعهن كان له على الله عهد أن يغفر له ومن لم يفعل فليس له على الله عهد إن شاء غفر له وإن شاء عذبه. اللہ عزوجل نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں، جس نے ان کے (ادائیگی کے) لئے اچھا وضو کیا، اور ان کے اوقات پر ان نمازوں کو پڑھا، ان کے رکوع (وجود) و خشوع کو پورا کیا اس کے لئے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اسے بخش دے گا، اور جس نے ایسا نہیں کیا اس کے لئے اللہ تعالیٰ کا کوئی عہد نہیں اگر چاہے تو اسے معاف کر دے اور اگر چاہے تو اسے عذاب دے۔ (موطا امام مالک باب الامر بالوتر ۱۲۳/۱۲۴، سنن النسائی باب المحافظة علی الصلوات الخمس ۲۶۲ ح ۲۶۲، سنن ابی داؤد باب فی المحافظة علی وقت الصلاة ح ۱۲۲۰، واللفظ لہ وھو حدیث صحیح)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بخشش و مغفرت کا وعدہ جن سعادت مند لوگوں کے ساتھ خود رب کریم نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو نماز کے دیگر لوازمات کے ساتھ ساتھ اس کے خشوع کا بھی خیال رکھیں اور اسے مکمل کریں اگرچہ خشوع کے موضوع پر بیشتر آیات و احادیث مبارکہ وارد ہیں لیکن فی الوقت اختصار مطلوب ہے، پس خشوع کی اہمیت کے ثبوت کے لئے اتنا ہی کافی ہے، یہاں انہیں بیان کرنے کا مقصد صرف اتنا ہے کہ ”خشوع“ ایک مطلوب و محمود چیز ہے، سو بقول آپ کے ”خشوع کے لئے ضروری ہے کہ رفع یدین بھی نماز میں نہ کرے“ (آپ کی تحریر ص ۱) قصہ مختصر کہ نماز کے لئے خشوع ضروری ہے اور خشوع کے لئے بقول آپ کے ”رفع الیدین“ نہ کرنا ضروری ہے۔ اس بات کو یاد رکھئے گا، اب اپنے اکابر و انتہائی معتبر علماء کی سنیں وہ کیا فرماتے ہیں۔

۱: جناب مفتی تقی عثمانی (دیوبندی) صاحب جنہیں آپ کے حلقہ میں ”شیخ الاسلام“ کہا جاتا ہے وہ فرماتے ہیں:  
”البتہ رفع یدین عند الركوع وعند الرفع منہ میں اختلاف ہے، شافعیہ اور حنابلہ ان دونوں مواقع پر بھی رفع کے قائل ہیں، محدثین کی ایک بڑی جماعت بھی ان کے مسلک کی حامی ہے، جبکہ امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا مسلک ترک رفع کا ہے،..... یہاں یہ واضح رہے کہ ائمہ اربعہ کے درمیان یہ اختلاف محض افضلیت اور عدم افضلیت کا

ہے نہ کہ جواز و عدم جواز کا، چنانچہ دونوں طریقے فریقین کے نزدیک بلا کراہت جائز ہیں.....“  
مزید لکھتے ہیں: ”بعض شافعیہ نے بھی ترک رفع پر فساد کا حکم دے دیا، اور حنفیہ میں سے صاحب منیۃ المصلیٰ نے  
رفع یدین کو مکروہ لکھ دیا، لیکن حقیقت وہی ہے جو ہم نے بیان کی، کہ نہ شافعیہ کے مذہب میں ترک رفع مفید صلوة ہے  
نہ حنفیہ کے ہاں رفع مکروہ ہے“ (درس ترمذی، باب رفع الیدین عند الروع، ج ۲ ص ۲۶)

مسئلہ زیر بحث میں آپ کے ”شیخ الاسلام“ مفتی تقی عثمانی صاحب نے جو کچھ بیان فرمایا اس میں سے بقدر  
ضرورت ہم نے یہاں نقل کیا ہے، آپ اسے بغور پڑھیں، اس میں بغیر کسی ایچ پیج کے اس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ  
احناف کے ہاں رکوع سے قبل اور بعد رفع الیدین پر عمل بلا کراہت جائز ہے۔ اور یہ عمل مکروہ بھی نہیں، بلکہ تقی عثمانی  
صاحب تو یہ بھی فرماتے ہیں کہ:

”رفع یدین کے مسئلہ پر ہماری آئندہ گفتگو کا منشاء یہ ثابت کرنا نہیں کہ رفع یدین نا جائز ہے یا احادیث سے  
ثابت نہیں“ (درس ترمذی، باب رفع الیدین عند الروع ج ۲ ص ۲۷ مطبوعہ مکتبہ دارالعلوم کراچی)

محترم بھائی..... صاحب! آپ کے نزدیک تو رفع الیدین خشوع و سکون کے منافی ہے جیسا کہ آپ نے آٹھ  
مسائل (ص ۱۹) سے نقل فرمایا کہ ”خشوع کے لئے ضروری ہے کہ رفع یدین بھی نماز میں نہ کرے“ آپ خشوع کے  
لئے جس عمل سے چٹا اس کا نہ کرنا ”ضروری“ سمجھتے ہیں جی ہاں ضروری! آپ کے ”عظیم مفتی“ اور ”شیخ الاسلام“ اس  
چیز پر عمل کرنا ”نا جائز“ و ”مکروہ“ تو کجا بلا کراہت جائز سمجھتے ہیں، اور اسے حقیقت میں ”حنفیہ کا مذہب“ بتلاتے ہیں۔  
جیسا کہ خط کشیدہ و جلی حروف میں لکھا ہوا ہے۔

قرآن و سنت سے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ ”خشوع و خضوع“ بالخصوص نماز میں انتہائی مطلوب اور اہم عمل ہے، تو کیا  
ایسا عمل جو خشوع جیسے عظیم عمل کے خلاف ہو اس میں خلل ڈالتا ہو وہ بلا کراہت جائز ہو سکتا ہے؟ یقیناً نہیں، بالکل نہیں  
اور ہرگز ہرگز نہیں! ایسے عمل کو تو نا جائز و مکروہ ہونا چاہیے اس میں تو کراہت ہونی چاہیے اور خاص طور پر ایسا عمل خشوع  
حاصل کرنے کے لئے جس کا نہ کرنا ضروری ہو۔ لیکن آپ کے ”شیخ الاسلام“ صاحب تو رفع یدین کو نا جائز و مکروہ نہیں  
کہتے اور احناف کے نزدیک اس پر عمل بلا کراہت جائز بتلاتے ہیں۔

پس معلوم ہوا کہ نماز میں رفع الیدین خشوع کے خلاف نہیں ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ کی اتباع ہے اور یہ عین  
خشوع اور رب کے حضور عاجزی و انکساری کا اظہار ہے جیسا کہ آپ کے معتبر عالم علامہ عبدالحی لکھنوی سے ہم نقل  
کر آئے ہیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ خشوع کے خلاف قرار دینے والے اور اسی لئے رفع یدین نہ کرنا ضروری قرار دینے  
والے خود اپنے ”حنفی مذہب“ کے علم سے نابلد و کورے ہیں کہ ان کے ”شیخ الاسلام و عظیم مفتی“ بلا کراہت جائز قرار  
دیتے ہیں اور یہ نہ کرنا ضروری قرار دیتے ہیں۔

..... صاحب! کیا آپ بتانا پسند فرمائیں گے کہ آپ کے ”شیخ الاسلام“ و ”عظیم مفتی محترم“ تقی عثمانی صاحب  
اصل حنفی مذہب بیان فرما رہے ہیں یا آپ لوگ حنفی مذہب کی غلط ترجمانی کر رہے ہیں؟

یاد رہے کہ ”جواب دینا لازم ہے“ اور جواب سے سکوت کر کے ”گوٹکا شیطان بننا“ خود جناب کا فرمودہ و بیان کردہ اصول ہے۔ (دیکھئے اپنی تحریر ص ۴ کا آخری پیرا گراف) سوا اس اصول کی روشنی میں ناچیز کا خیال ہے کہ آپ اپنا ناپسندیدہ ”گوٹکے شیطان“ کا کردار بننا گوارا نہیں فرمائیں گے، واللہ الموفق وهو اعلم بالصواب۔

[صوفی عبدالحمید سواتی دیوبندی لکھتے ہیں کہ: ”رکوع جاتے وقت اور اس سے اٹھتے وقت رفع یدین نہ کرنا زیادہ بہتر اور اگر کر لے تو جائز ہے“ / نماز مسنون ص ۳۴۹ مطبوعہ ۱۹۸۶ء]

سوال ①: آپ نے تورغ الیدین رکوع سے پہلے اور اس کے بعد کو منسوخ قرار دیا ہے، کیا کسی منسوخ حکم پر عمل کرنا بلا کراہت جائز ہو سکتا ہے؟ جبکہ وہ عمل خشوع کے بھی سخت خلاف ہو؟

سوال ②: بلا کراہت تو ایک طرف کیا منسوخ پر بکراہت بھی عمل جائز ہو سکتا ہے؟

سوال ③: رفع الیدین عند الروع و بعد الرفع منہ بقول آپ کے منسوخ ہے، اور بقول آپ کے ”شیخ الاسلام و عظیم مفتی“ اس پر بلا کراہت عمل جائز ہے تو کیا ہر منسوخ شے پر بلا کراہت عمل جائز ہے یا صرف رفع الیدین ہی پر باوجود منسوخ ہونے کے عمل جائز ہے؟

اسی طرح سرفراز خان صفدر صاحب فرماتے ہیں: ”شاہ ولی اللہ صاحب جیہ اللہ البالغہ (ج ۲ ص ۱۰) میں لکھتے ہیں۔

”والذي يرفع أحب إلى ممن لا يرفع فإن أحاديث الرفع أكثر وأثبت“ یعنی جو رفع الیدین کرتا ہے مجھے زیادہ محبوب ہے بنسبت اس کے جو رفع الیدین نہیں کرتا پس بے شک رفع الیدین کی احادیث بہت کثرت سے اور زیادہ ثابت شدہ ہیں۔“ (نقل بقدر ضرورت۔ من خزائن السنن ج ۱ حصہ دوم ص ۹۲) کہیں یہ مت سمجھ لیجئے گا کہ یہ تفسیر تخریم کے رفع الیدین سے متعلق فرمایا گیا ہے، اس لئے کہ یہ بات شاہ ولی اللہ صاحب نے رکوع کے رفع الیدین سے متعلق بحث میں لکھی ہے۔ (دیکھئے۔ جیہ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۲۴۲ تا ۲۵۰۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ)

آپ کے قول و اصول کے مطابق کیا شاہ صاحب کو خلاف خشوع عمل کرنے والے زیادہ محبوب تھے؟

[شاہ ولی اللہ وغیرہ کے یہ اقوال بطور الزام پیش کئے گئے ہیں۔ ان علماء کا ترک رفع یدین کو جائز سمجھنا احادیث صحیحہ کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود ہے]

[ ابو حمزہ (عمران بن ابی عطاء الاسدی، تابعی) رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ”رأيت ابن عباس يرفع يديه إذا فتح الصلوة وإذا ركع وإذا رفع رأسه من الركوع“ میں نے (سیدنا) ابن عباس (رضی اللہ عنہما) کو دیکھا کہ وہ شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۵ ح ۲۴۳۱ و سندہ حسن)

یہ روایت مسائل الامام احمد (روایۃ عبداللہ بن احمد ج ۲ ص ۳۳۱ ح ۳۳۱) مصنف عبدالرزاق (۲/۶۹۲ ح ۲۵۲۳) اور جزء رفع الیدین للبخاری (ج ۲) میں بھی موجود ہے۔ طاؤس (تابعی) فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ (بن عباس) کو نماز میں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (جزء رفع الیدین: ۲۸ و سندہ صحیح) سیدنا ابن عباس کا نماز میں رفع یدین کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ نماز میں رفع یدین خشوع و خضوع کے خلاف نہیں ہے۔]

حافظ شیر محمد

## سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے محبت

سیدنا ابوالاعور سعید بن زید بن عمرو بن نفیل القرشی العدوی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

”والله لقد رأيتني وإنَّ عمر لموثقي على الإسلام قبل أن يسلم عمر ، ولو أنَّ أحدًا أرفض للذي صنعتم بعثمان لكان محقوقاً أن يرفض“

اللہ کی قسم! مجھے وہ وقت یاد ہے جب عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرنے سے پہلے، مجھے اسلام قبول کرنے کی وجہ سے باندھ رکھا تھا۔ تم لوگوں نے (سیدنا) عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو کچھ کیا ہے اگر اس کی وجہ سے اُحد (کا پہاڑ) اپنی جگہ سے ہٹ جاتا تو یہ اس کے مستحق تھا کہ ہٹ جائے۔ (صحیح البخاری: ۳۸۶۲)

معلوم ہوا کہ سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ السابقین الاولین میں سے اور قدیم الاسلام میں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے فرمایا:

”وسعيد بن زيد في الجنة“ اور سعید بن زید جنتی ہیں۔ (سنن الترمذی: ۳۷۷۷ و سندہ صحیح، الحدیث: ۱۹ ص ۵۶)

حافظ ذہبی فرماتے ہیں کہ:

”أحد العشرة المشهود لهم بالجنة ، ومن السابقين الأولين البدرين ، ومن الذين رضي الله عنهم ورضوا عنه، شهد المشاهد مع رسول الله عليه وسلم وشهد حصار دمشق وفتحها ، فولاها عليها أبو عبيدة بن الجراح ، فهو أول من عمل نيا بة دمشق من هذه الأمة“

آپ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، انہیں جنت کی خوش خبری دی گئی ہے، آپ سابقین اولین اور بدری صحابیوں میں سے تھے جن سے اللہ راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں۔ آپ (تمام) غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک رہے۔

آپ دمشق کے محاصرے اور فتح کے وقت (وہاں) موجود تھے۔ آپ کو (سیدنا) ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے دمشق کا والی بنایا اور اس امت میں دمشق کے سب سے پہلے نائب آپ ہی تھے۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۱ ص ۱۲۳، ۱۲۵)

تنبیہ: سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ غزوہ بدر کے موقع پر مدینہ میں حاضر نہیں تھے بلکہ شام میں تھے۔ دیکھئے الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ (ج ۲ ص ۴۶ ج ۳ ص ۲۶۱)

غزوہ بدر کے مالی غنیمت میں آپ کا حصہ مقرر کیا گیا تھا (جس کی وجہ سے آپ کو بدری کہا جاتا ہے)۔

دیکھئے معرفۃ الصحابۃ لابن نعیم الاصبہانی (ج ۱ ص ۱۴۱) سند صحیح عن محمد بن اسحاق بن یسار ص ۱۳۲) سند صحیح عن معمر

غالباً اسی وجہ سے امام نافع (مولیٰ ابن عمر رضی اللہ عنہ) کی روایت میں آیا ہے کہ: ”وکان بدویاً“ اور وہ (سعید بن زید) بدری تھے۔ (معرفۃ الصحابہ ص ۱۴۳ و سندہ صحیح)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی بہن فاطمہ بنت الخطاب (رضی اللہ عنہا) آپ کی زوجہ محترمہ تھیں جن کے بارے میں ایک ضعیف روایت میں آیا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بہن اور بہنوئی کو اسلام لانے کی وجہ سے مار مار کر لہو لہان کر دیا تھا۔ پھر انہوں نے (وضوء یا غسل) کر کے قرآن مجید کی تلاوت کی تھی اور مسلمان ہو گئے تھے (!)

(دیکھئے الحدیث: ۲۲۲ ص ۲۴-۲۷)

سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے والد زید بن عمرو بن نفیل تو حید اور دین ابراہیمی پر تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی مبعوث ہونے سے پہلے ہی فوت ہو گئے تھے۔ سیدہ اسماء بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

”میں نے دیکھا، زید بن عمرو بن نفیل کعبہ سے پیٹھ لگائے، کھڑے ہو کر یہ کہہ رہے تھے کہ: اے قریشیو! اللہ کی قسم، میرے سوا تم میں سے کوئی بھی دین ابراہیم پر نہیں ہے۔ (اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: وہ (زید) لڑکیوں کو زندہ درگور نہیں کرتے تھے۔ اگر کوئی شخص اپنی بیٹی کو قتل کرنا چاہتا تو یہ اس سے کہتے: اسے قتل نہ کر، اس کے تمام اخراجات میں اپنے ذمہ لیتا ہوں، پھر وہ اس لڑکی کو لے لیتے تھے۔ جب وہ بڑی عمر کی ہو جاتی تو اس کے باپ سے کہتے: اگر تو چاہے تو تیری لڑکی تیرے حوالے کر دوں، ورنہ میں ہی اس کے سارے معاملات پورے کروں گا۔ (صحیح بخاری: ۳۸۲۸)

زید بن عمرو وہ ذبیحہ نہیں کھاتے تھے جو بتوں کے آستانوں پر ذبح کیا جاتا تھا یا جس پر ذبح کے وقت اللہ کا نام نہیں لیا جاتا تھا۔ زید بن عمرو قریش مکہ کو ملامت کرتے ہوئے کہتے کہ: بکری کو اللہ نے پیدا کیا ہے، اس کے لئے آسمان سے پانی اللہ نے برسایا ہے اور زمین سے اس کے لئے سبزہ (اللہ نے) اُگایا ہے۔ پھر تم اسے غیر اللہ کے نام پر ذبح کرتے ہو!؟ وہ قریش والوں پر (اس شرک کی وجہ سے) سخت انکار کرتے تھے۔ (صحیح بخاری: ۳۸۲۶)

زید بن عمرو نے تحقیق کرنے کے بعد اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور دعا فرمائی:

”اللھم انی أشھد انی علی دین ابراھیم“ اے اللہ! میں گواہی دیتا ہوں کہ میں دین ابراہیم پر ہوں۔ (صحیح بخاری: ۳۸۲۶)

زید بن عمرو کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یأتی یوم القیامۃ أمة وحده“، وہ قیامت کے دن ایک امت (کی حیثیت سے) ہو کر آئے گا۔

(المستدرک للحاکم ج ۳/۲۱۶ ح ۴۹۵۶ و سندہ حسن، صحیح الحاکم علی شرط مسلم و اقرہ الذہبی فی التلخیص)

اروی نامی ایک عورت نے سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ پر مروان بن الحکم الاموی کی عدالت میں جھوٹا دعویٰ کر دیا کہ انہوں نے میری زمین پر قبضہ کر لیا ہے۔ عدالت میں سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث سنا کر فرمایا:

”اللهم إن كانت كاذبة فعم بصرها واقتلها في أرضها“ اے میرے اللہ! اگر یہ عورت جھوٹی ہے تو اسے اندھا کر دے اور اسے اس کی زمین میں ہلاک کر۔

راوی حدیث (عروہ) کہتے ہیں کہ: وہ عورت مرنے سے پہلے اندھی ہو گئی اور پھر وہ ایک دن اپنی زمین پر چل رہی تھی کہ ایک گڑھے (کنویں) میں گر کر مر گئی۔ (صحیح مسلم: ۱۶۱۰ اور ترمذی دارالسلام: ۴۱۳۴)

اولیاء اللہ سے دشمنی کا یہ انجام انتہائی عبرت ناک ہے مگر پھر بھی لوگ باز نہیں آتے۔ سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی بہت کم روایات ہم تک پہنچی ہیں جن میں سے دو حدیثیں صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہیں۔

ایک دفعہ کوفہ کی بڑی مسجد میں کسی (ظالم اور بد نصیب) شخص نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو برا کہا تو سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے اس پر سخت انکار کیا اور وہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث سنائی جس میں عشرہ مبشرہ کے جنتی ہونے کا ذکر ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”أبو بكر في الجنة، وعمر في الجنة، وعثمان في الجنة، وعلي في الجنة“ الخ ابو بکر جنتی ہیں، عمر جنتی ہیں، عثمان جنتی ہیں اور علی جنتی ہیں... الخ سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”والله لمشهد شهده رجل يغبر فيه وجهه مع رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم أفضل من عمل أحدكم ولو عمر عمر نوح عليه السلام“ اللہ کی قسم! جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی معرکے میں حاضر رہا ہے اور اس کے چہرے پر غبار پڑا ہے وہ تمہارے تمام (نیک) اعمال سے افضل ہے اگرچہ تمہیں نوح علیہ السلام کی عمر بھی مل جائے۔

(دیکھئے مسند احمد ج ۱ ص ۱۸۷ ح ۱۶۲۹ و سندہ صحیح)

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کے غبار کو بھی کسی نیک انسان کا عمل نہیں پہنچ سکتا۔ سبحان اللہ نافع (تابعی) فرماتے ہیں کہ آپ (۵۰ھ یا ۵۲ھ تو میں) عقیق (مدینہ سے باہر ایک مقام) پر فوت ہوئے، پھر آپ کو مدینہ لایا گیا اور آپ (مدینہ میں) دفن کئے گئے۔ (طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۳۸۴ و سندہ حسن)

آپ جمعہ کے دن فوت ہوئے تھے، آپ کی وفات کی خبر پہنچی تو (سیدنا) ابن عمر رضی اللہ عنہما عقیق چلے گئے اور (مصروفیت کی وجہ سے) نماز جمعہ چھوڑ دی۔ (ابن سعد ج ۳ ص ۳۸۴ و سندہ صحیح)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے انہیں حنوط (خوش بو) لگایا اور اٹھا کر مسجد لے گئے، پھر آپ کا جنازہ پڑھا اور دوبارہ وضوء نہ کیا۔

(طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۳۸۴ و سندہ صحیح)

نافع سے روایت ہے کہ سعید بن زید بدری صحابی تھے۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کو معلوم ہوا کہ وہ (سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ) جمعہ کے دن بیمار ہیں تو انہوں نے سورج بلند ہونے اور نماز جمعہ قریب ہونے کے باوجود جمعہ چھوڑ دیا اور سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے۔ (صحیح بخاری: ۳۹۹) رضی اللہ عنہ

سیدنا ابو عبیدہ ابن الجراح رضی اللہ عنہ سے محبت کے لئے دیکھئے الحدیث: ۲۵



احسن الحدیث

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حافظ ندیم ظہیر

سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا مقام

﴿وَأَذِّنْ لِقَوْلِ اللَّهِ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللَّهَ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۗ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ ۗ فَلَمَّا قَضَىٰ زَيْدٌ مِنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا لِكَيْ لَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ۗ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا﴾ اور جب آپ اس شخص کو، جس پر اللہ نے بھی احسان کیا اور آپ نے بھی، یہ کہہ رہے تھے کہ: ”اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھو اور اللہ سے ڈرو“ تو اس وقت آپ ایسی بات اپنے دل میں چھپا رہے تھے جسے اللہ ظاہر کرنا چاہتا تھا۔ آپ لوگوں سے ڈر رہے تھے حالانکہ اللہ زیادہ حقدار ہے کہ آپ اس سے ڈریں۔ پھر جب زید اس عورت سے اپنی حاجت پوری کر چکا تو ہم نے آپ سے اس (عورت) کا نکاح کر دیا، تاکہ مومنوں پر ان کے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں کوئی تنگی نہ رہے جبکہ وہ ان سے حاجت پوری کر چکے ہوں اور اللہ کا حکم ہو کر رہنے والا ہے۔ [الاحزاب: ۳۷]

## فقہ القرآن:

- ۱: سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ (اپنی بیوی کی) شکایت کرنے (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس) آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((اتق اللہ وأمسك عليك زوجك)) اللہ سے ڈرو اور اپنی بیوی کو اپنے پاس ہی رکھو۔ [بخاری: ۷۴۲۰]
- ۲: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ آیت ﴿وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ﴾ سیدہ زینب بنت جحش اور زید بن حارثہ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ [بخاری: ۴۷۸۷]
- ۳: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ چھپانے والے ہوتے تو اس (مذکورہ آیت) کو چھپاتے۔ [بخاری: ۷۴۲۰]
- ۴: اللہ تعالیٰ نے اولاً اہل اسلام پر منہ بولے بیٹے کی حیثیت کو منکشف کیا۔ (دیکھئے شماره: ۱۲) پھر مہنگی کی (سابقہ) اہلیہ سے نکاح کروا کر یہ واضح کر دیا کہ منہ بولے بیٹے کی حقیقت ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾ سے زیادہ نہیں ہے۔
- ۵: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شرم و حیا کے پیکر تھے۔
- ۶: حق کی نشر و اشاعت میں لوگوں کے طعن و تشنیع سے بے پروا ہو کر خوف الہی کو اختیار کرتے ہوئے اس کی تبلیغ و ترویج میں کوشاں رہنا چاہئے۔
- ۷: سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا بیان کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا نام قرآن مجید میں درج کر کے قیامت تک کے لئے مومنوں کی زبان پر جاری کر دیا۔
- ۸: سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی فضیلت کا بیان کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا نکاح (سات) آسمانوں پر (سے) طے پایا۔

[بخاری: ۷۴۲۰]

حافظ زبیر علی زئی

قرنہ المسلمین

## نماز ظہر کا وقت

حدیث: ۶ ”عن أنس بن مالك قال : كنا إذا صلينا خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم بالظواهر سجدا على ثيابنا اتقاء الحر“

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ظہر کی نمازیں پڑھتے تھے تو گرمی سے بچنے کے لئے اپنے کپڑوں پر سجدہ کرتے تھے۔

(صحیح البخاری: ۱/۷۷۷ ح ۵۴۲، واللفظ لہ صحیح مسلم: ۱/۲۲۵ ح ۲۲۰)

### فوائد :

(۱) اس روایت اور دیگر احادیث صحیحہ سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز ظہر کا وقت زوال کے ساتھ شروع ہو جاتا ہے، اور ظہر کی نماز اول وقت پڑھنی چاہئے۔

(۲) اس پر جماع ہے کہ ظہر کا وقت زوال کے ساتھ شروع ہو جاتا ہے۔ (الافصاح لابن ہبیرہ: ج ۱ ص ۷۶)

(۳) جن روایات میں آیا ہے کہ جب گرمی زیادہ ہو تو ظہر کی نماز ٹھنڈے وقت میں پڑھا کروان تمام احادیث کا تعلق سفر کے ساتھ ہے جیسا کہ صحیح البخاری (ج ۱ ص ۷۷۷ ح ۵۳۹) کی حدیث سے ثابت ہے، حضرت (گھر، جائے سکونت) کے ساتھ نہیں۔ جو حضرات سفر والی روایات کو حدیث بالا وغیرہ کے مقابلہ میں پیش کرتے ہیں، ان کا موقف درست نہیں۔ انہیں چاہئے کہ یہ ثابت کریں کہ نبی ﷺ نے مدینہ منورہ میں ظہر کی نماز ٹھنڈی کر کے پڑھی ہے؟!۔

(۴) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

”جب سایہ ایک مثل ہو جائے تو ظہر کی نماز ادا کرو اور جب دو مثل ہو جائے تو عصر پڑھو۔“

(موطا امام مالک: ۱/۸۱ ح ۹)

اس کا مطلب یہ ہے کہ ظہر کی نماز زوال سے لے کر ایک مثل تک پڑھ سکتے ہیں، یعنی ظہر کا وقت زوال سے لے کر ایک مثل تک ہے اور عصر کا وقت ایک مثل سے لے کر دو مثل تک ہے۔ مولوی عبدالحی لکھنوی نے التعلیق المجد (ص ۲۱ حاشیہ ۹) میں اس موقوف اثر کا یہی مفہوم لکھا ہے، یہاں بطور تشبیہ عرض ہے کہ اس ”اثر“ کے آخری حصہ ”فجر کی نماز اندھیرے میں ادا کر“ کی دیوبندی اور بریلوی دونوں فریق مخالفت کرتے ہیں، کیونکہ یہ حصہ ان کے مذہب سے مطابقت نہیں رکھتا۔

(۵) سُوید بن غفلہ رحمہ اللہ نماز ظہر اول وقت ادا کرنے پر اس قدر ڈٹے ہوئے تھے کہ مرنے کے لئے تیار ہو گئے، مگر یہ گوارا نہ کیا کہ ظہر کی نماز تاخیر سے پڑھیں اور لوگوں کو بتایا کہ ہم ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے اول وقت میں نماز ظہر ادا کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱/۳۲۳ ح ۳۷۱)